﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآء﴾(آل عمران:74) ﴿......عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:80)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد17 | جمعۃ المبارک10/دسمبر 2010ء | 04/محرم 1432 ہجری قمری ❁ 10/فتح 1389 ہجری شمسی | شمارہ 50

حضرت امام حسینؓ کے اقوال

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سچائی عزت ہے۔جھوٹ پستی ہے۔رازامانت ہے۔حق ہمسائیگی قرابت ہے۔امداد دوستی ہے۔عمل تجربہ ہے۔حسن خلق عبادت ہے۔خاموشی زینت ہے۔ بخل غربت ہے۔سخاوت دولت مندی ہےاورنرمی عقل مندی ہے۔

(تاریخ الیعقوبی جلد2صفحہ246۔احمد بن ابی یعقوب بن جعفر دارصادر۔بیروت)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

حسین رضی اللہ عنہ طاہر مُطہّر تھا۔بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے۔

اس امام کی تقویٰ اورمحبت الٰہی اورصبراوراستقامت اورزُہداورعبادت ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہے۔

تباہ ہوگیاوہ دل جواُس کادشمن ہےاورکامیاب ہوگیاوہ دل جوعملی رنگ میں اُس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔

’’مَیں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کواطلاع دیتاہوں کہ ہم اعتقادرکھتے ہیں کہ یزیدایک ناپاک طبع، دُنیا کا کیڑا اورظالم تھا۔اورجن معنوں کی رو سے کسی کومومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے۔مومن بننا کوئی امرسہل نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ایسےشخصوں کی نسبت فرماتا ہے ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۔قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْآ اَسْلَمْنَا﴾(الحجرات:15)۔مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پرگواہی دیتے ہیں۔جن کے دل پرایمان لکھا جاتا ہےاورجواپنے خدااوراس کی رضا کو ہرایک چیز پرمقدم کرلیتے ہیں اورتقویٰ کی باریک اورتنگ راہوں کوخدا کے لئے اختیارکرتے اوراس کی محبت میں محوہوجاتے ہیں اورہرایک چیز جوبُت کی طرح خدا سے روکتی ہےخواہ وہ اخلاقی حالت ہویااعمال فاسقانہ ہوں یاغفلت اورکسل ہو سب سے اپنے تئیں دُورترلے جاتے ہیں۔لیکن بدنصیب یزیدکویہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کردیا تھا۔

مگرحسین رضی اللہ عنہ طاہرمُطہّر تھااوربلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہےجن کوخدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اوراپنی محبت سے معمور کردیتا ہےاوربلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے۔اورایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے۔اوراس امام کی تقویٰ اورمحبت الٰہی اورصبراوراستقامت اورزہداورعبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔اورہم اُس معصوم کی ہدایت کے اقتداءکرنے والے ہیں جواس کوملی تھی۔

تباہ ہوگیاوہ دل جواس کادشمن ہے۔اورکامیاب ہوگیاوہ دل جوعملی رنگ میں اس کی محبت ظاہرکرتا ہےاوراس کے ایمان اوراخلاق اورشجاعت اورتقویٰ اوراستقامت اورمحبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طورپرکامل پیروی کے ساتھ اپنے اندرلیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوبصورت انسان کانقش۔یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔کون جانتا ہےان کی قدرمگروہی جواُن میں سے ہیں۔دُنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کرسکتی کیونکہ وہ دُنیا سے بہت دُورہیں۔یہی وجہ حُسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔دُنیا نے کس پاک اوربرگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تاحسینؓ سے بھی محبت کی جاتی۔

غرض یہ امرنہایت درجہ کی شقاوت اوربے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے۔اورجوشخص حسینؓ یاکسی اوربزرگ کی جوآئمہ مطہّرین میں سے ہےتحقیرکرتا ہے یاکوئی کلمہ استخفاف کااس کی نسبت اپنی زبان پرلاتا ہےوہ اپنے ایمان کوضائع کرتا ہے۔کیونکہ اللہ جلشانہٗ اس شخص کادشمن ہوجاتا ہےجواس کے برگزیدوں اورپیاروں کادشمن ہے۔جوشخص مجھے بُرا کہتا ہے یالعن طعن کرتا ہےاس کے عوض میں کسی برگزیدہ اورمحبوب الٰہی کی نسبت شوخی کالفظ زبان پرلانا سخت معصیت ہے۔ایسے موقع پردرگزرکرنا اورنادان دشمن کے حق میں دعا کرنا بہتر ہے۔کیونکہ اگروہ لوگ مجھے جانتے کہ مَیں کس کی طرف سے ہوں توہرگز بُرا نہ کہتے‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ544-546)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

’’امام حسینؓ کودیکھوکہ ان پرکیسی کیسی تکلیفیں آئیں۔آخری وقت میں جوان کوابتلاء آیا تھا کتنا خوفناک ہے۔لکھا ہے کہ اس وقت ان کی عمرستاون برس کی تھی اورکچھ آدمی ان کے ساتھ تھے۔جب سولہ یاسترہ آدمی ان کے مارے گئےاورہرطرح کی گھبراہٹ اورلاچاری کا سامنا ہواتوپھران پرپانی کا پینا بندکردیا گیا۔اورایسا اندھیرمچایا گیا کہ عورتوں اوربچوں پربھی حملے کئے گئےاورلوگ بول اٹھے کہ اس وقت عربوں کی حمیت اورغیرت ذرابھی باقی نہیں رہی۔اب دیکھوکہ عورتوں اوربچوں تک بھی ان کےقتل کئے گئےاوریہ سب کچھ درجہ دینے کے لئے تھا‘‘۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 336)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است   خاکم نثار کوچۂ آل محمدؐ است

ترجمہ:-میری جان ودل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال پرفداہیں اورمیری خاک آل محمدؐ کے کوچہ پرقربان ہے۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 97)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

’’اس میں کس ایماندارکوکلام ہے کہ حضرت امام حسین اورامام حسن رضی اللہ عنہما خدا کے برگزیدہ اورصاحب کمال اورصاحب عفّت اورعصمت اورائمۃ الہدیٰ تھےاوروہ بلاشبہ دونوں معنوں کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آل تھے‘‘۔ (تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد 15صفحہ 364)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

’’ہم ان کوراستبازاورمتقی سمجھتے ہیں‘‘۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 328)

’’حضرت امام حسین سیدالمظلومین تھے‘‘۔ (ترجمہ عربی عبارت سرالخلافہ- روحانی خزائن جلد 8صفحہ 353)

کہاں ممکن ترے فضلوں کا اِرقام

جماعت احمدیہ کی حقانیت، خلافت احمدیہ کی برکات، اسلام احمدیت کے حق میں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت، اور رؤیاء و کشوف کے ذریعہ احمدیت کی صداقت کی طرف ہدایت کے نہایت دلچسپ اور غیر معمولی عظمت کے حامل ایمان افروز واقعات

(عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر۔ لندن)

(چوتھی قسط)

’’اَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّةً مِنِّیْ‘‘

مَیں تیری محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالوں گا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً یہ بشارت دی تھی کہ ’’ اَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّةً مِنِّیْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ ‘‘یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں تیری محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالوں گا اور مَیں اپنی آنکھوں کے سامنے تیری پرورش کروں گا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ’’ ہزار ہا انسان خدا نے ایسے پیدا کئے کہ جن کے دلوں میں اس نے میری محبت بھر دی‘‘۔

حضور علیہ السلام کے ساتھ یہ الٰہی وعدہ نہ صرف آپؑ کی زندگی میں بڑی شان سے پورا ہوا بلکہ آج تک آپؑ کے بعد قائم ہونے والی خلافت حقہ کے ذریعہ پورا ہوتا چلا جاتا ہے۔ احمدیوں کو اپنے پیارے امام سے جو للّٰہی محبت کا تعلق ہے اس کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں۔ تاہم بعض اوقات اس محبت و فدائیت کے نظارے غیر معمولی طور پر ابھر کر سامنے آتے ہیں۔

ذیل میں ایسے ہی چند ایمان افروز واقعات ہدیۂ قارئین ہیں۔

۞......مکرم امیر صاحب کینیڈا اپنی 2004ء کی رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ جب 21/جون 2004ء کو کینیڈا تشریف لائے تو استقبال کا پروگرام ایم ٹی اے پر Live دکھایا گیا۔ سیٹلائٹ پر سگنل بھیجنے والے ٹرک کا آپریٹر ایک عیسائی تھا۔ وہ استقبال کا منظر دیکھ کر ایسا مبہوت ہوا کہ گویا اس کو کچھ سمجھ نہ آئی کہ کیا ہو رہا ہے؟ کچھ دیر کے بعد کہنے لگا میرے ذہن میں مسیح کی آمد ثانی کا جو نقشہ تھا وہ بعینہٖ یہ ہے جو آج مَیں نے دیکھا ہے۔

۞......سسکاٹون جماعت سے ایک بچی نے خط لکھا کہ ہمارے ابّا نے ہم سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ ہمیں اس سال UK کے جلسہ پر لے جائیں گے۔ لیکن جب حضور انور کے دورہ کینیڈا کا علم ہوا تو ہم نے ضد شروع کر دی کہ ہم نے ٹورنٹو ضرور جانا ہے (سسکاٹون سے ٹورنٹو تقریباً 3000 کلومیٹر دور ہے)۔ والد صاحب نے کہا کہ مَیں نے UK کے ٹکٹ خرید لئے ہوئے ہیں اور اب مَیں مزید خرچ کی استطاعت نہیں رکھتا۔ وہ بچی لکھتی ہے کہ مَیں نے اور میری بہن نے رو رو کر دعائیں شروع کیں۔ اللہ نے فضل فرمایا اور اچانک 600 ڈالر کا جو ٹکٹ تھا وہ 200 ڈالر میں Sale پر آ گیا جو گرمیوں کی چھٹیوں میں ناممکنات میں سے ہے۔ چنانچہ انہوں نے اور بعض اور افراد نے اس سے فائدہ اٹھا کر ٹکٹ خریدے اور جلسہ سالانہ میں شمولیت اور حضور انور کی زیارت سے مستفیض ہوئے۔ الحمدللہ۔

۞......مکرم محمد اشرف عارف صاحب مبلغ سلسلہ کیلگری کینیڈا بیان کرتے ہیں کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے کینیڈا پہلی مرتبہ آنے کی وجہ سے کیلگری جماعت کی ایک بہت بڑی تعداد حضور انور کے دیدار سے، حضور کی اقتداء میں نمازوں کی ادائیگی اور براہ راست خطابات سننے کی تڑپ کے ساتھ ٹورانٹو جانے کی تمنا لئے ہوئے تھی۔ موسم گرما کی رخصتوں میں لوگ کثرت سے سفر کرتے ہیں اس لئے ان دنوں ہوائی سفر کے اخراجات بڑھ جاتے ہیں اور 650 ڈالر سے کم میں ٹکٹ ملنا ناممکن ہوتا ہے۔ پانچ چھ افراد پر مشتمل خاندانوں کے لئے اتنے اخراجات بہت مشکل نظر آتے ہیں۔ 19/مئی تک بمشکل 200 افراد بکنگ کروا سکے تھے لیکن ہر فرد تڑپ رہا تھا کہ کس طرح یہ اخراجات پورے ہوں گے۔ دل میں شدید خواہش تڑپ تھی کہ کیلگری سے کم از کم 500 افراد شامل ہوں۔ دعائیں کی جا رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے معجزانہ طور پر ایسے سامان پیدا فرمائے کہ زیادہ سے زیادہ افراد ٹورانٹو جا سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عاجزانہ دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور ٹکٹ کی قیمتوں میں یکدم کمی ہوئی اور وہی ٹکٹ جو 650 ڈالرز سے کم میں نہ مل رہی تھی 398 ڈالرز میں ملنے کا علم ہوا۔ جونہی یہ آفر سامنے آئی جو ہر لحاظ سے موزوں تھی۔ خاکسار نے افراد جماعت کو بذریعہ فون اطلاع دینا شروع کی۔ خدا کے فضل سے تین چار گھنٹوں میں ایک سو سے زائد افراد نے بکنگ کروالی۔ 200 افراد پہلے ہی بکنگ کروا چکے تھے۔ اور یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ اور خدا کے فضل سے یہ تعداد 523 افراد تک پہنچ گئی۔ اکثر افراد نے قرض لیا اور جانے کے سامان حاصل کئے۔

۞......کیلگری کے ایک دوست مالی حالت بہتر نہ ہونے کی وجہ سے اپنے سات افراد خانہ کے ہوائی اخراجات برداشت نہ کر سکتے تھے اس لئے انہوں نے اپنی ذاتی گاڑی پر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن بذریعہ کار سفر کے لئے وقت زیادہ خرچ ہوتا تھا اور اس کے لئے انہیں کئی روز پہلے روانہ ہونا تھا کیونکہ کیلگری سے ٹورانٹو کا فاصلہ تین ہزار کلومیٹر ہے۔ لیکن جس جگہ کام کرتے تھے وہاں سے اتنی لمبی رخصت نہ مل سکتی تھی۔ مالک نے یہ کہہ کر رخصت دینے کا فیصلہ کیا کہ ایک کام مکمل کر دیں تو رخصت مل سکے گی۔ وہ کام ان کے لئے اکیلے بروقت مکمل کرنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بڑے بیٹے کو جو گریڈ 12 کا طالبعلم ہے اور جس کے فائنل امتحان ہو رہے تھے اپنے ساتھ ملایا۔ وہ بچہ اس شوق اور محبت میں کہ اگر ابُّو کا کام مکمل ہو تو ہم جلسہ پر جا سکیں گے اور حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کر سکیں گے۔ دن کے وقت سکول جاتا، امتحان دیتا اور سکول کے بعد روزانہ چھ سات گھنٹے اپنے والد صاحب کے کام میں ہاتھ بٹاتا اور پھر اپنے اگلے دن کے پرچہ کی تیاری بھی کرتا۔ 25/جون کو بچے کے امتحان ختم ہوئے اور 26/جون کو ان صاحب نے اپنا کام بچے کی مدد سے مکمل کر لیا۔ اس طرح اگلے ہی روز انہوں نے رخت سفر باندھا اور ٹورانٹو کے لئے روانہ ہو گئے۔

۞......ایک صاحب نے مع بچگان اور والدین جلسہ میں شمولیت کا پروگرام بنایا۔ تمام فیملی کی آمد و رفت کے اخراجات کا اندازہ خرچ 10 ہزار ڈالرز لگایا۔ اس خرچ کے لئے انہوں نے بینک سے دس ہزار ڈالرز قرض کی درخواست دی ہوئی تھی۔

دوسری طرف انہوں نے کچھ عرصہ قبل ایک مکان خریدا تھا اسے فروخت کرنے پر لگا دیا جو ان کی روانگی سے قبل نہ صرف فروخت ہوا بلکہ ان کے سفر کے اخراجات یعنی عین دس ہزار ڈالرز نفع ہوا جو ان کے ازدیادِ ایمان کا باعث بنا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جلسہ پر آنے کے سامان پیدا فرمائے۔

جلسہ پر نیک نیت سے آنے والوں کے لئے بھی اللہ تعالیٰ اپنی خاص مدد کے نظارے دکھاتا ہے۔

۞......کیلگری کی ایک خاتون گزشتہ کئی سال سے گردوں کی بیماری lenal Failure میں مبتلا رہیں۔ گزشتہ کئی ماہ شدید بیمار رہی ہیں اور سال کا اکثر حصہ ہسپتال میں زیر علاج رہی تھیں۔ انہیں ہر دو روز بعد Dialysis کروانا پڑتا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ سے ملاقات کے لئے تڑپ اتنی تھی کہ شدید بیماری کے باوجود سفر کیا۔ اس عرصہ قیام میں انہیں کم از کم تین بار Dialysis کروانا تھا جس کے جملہ انتظامات روانگی سے قبل انہوں نے کئے۔ جلسہ میں شمولیت اور حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کر کے اس قدر خوش ہیں کہ ان کی بیماری اس سعادت کے حصول میں رکاوٹ نہیں بنی۔ یہ محض حضور انور کے بابرکت وجود کی کینیڈا میں آمد کی برکت اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوا۔

۞......کینیڈا میں ملاقاتوں کا انتظام کرنے والے منتظم صاحب بیان کرتے ہیں کہ 4/جولائی کی اجتماعی ملاقات ایک تاریخی اور مثالی ملاقات تھی۔ پانچ ہزار سے زائد مرد و زن بچے بوڑھے حضور انور کا دیدار کرنے کی تڑپ میں وقت مقررہ سے ایک گھنٹہ پہلے ہی صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اس دوران سیاہ بادل آئے اور شدید بارش شروع ہو گئی۔ لیکن تمام احباب ملاقات کے انتظار میں بارش میں کھڑے رہے۔ یہ لوگ جب ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو ان کے کپڑے پانی سے نُچڑ رہے تھے۔ بچوں کے ہونٹ نیلے پڑے ہوئے تھے۔ جسم کانپ رہے تھے۔ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہونے سے قبل ہر ایک اس کوشش میں تھا کہ ہاتھ خشک کر لوں تا میرے گیلے ہاتھوں سے حضور انور کو تکلیف نہ پہنچے۔

اُدھر حضور انور اس تکلیف سے تڑپ رہے تھے کہ افراد جماعت ان کی محبت میں سرشار شدید بارش میں بھیگ رہے ہیں۔ حضور انور نے چند مرتبہ انتظامیہ کو فرمایا کہ سائبان میں بٹھائیں۔ لیکن جگہ کی کمی کی وجہ سے کسی کو اس بات کی پرواہ نہ تھی کہ وہ بارش میں بھیگ رہا ہے۔ یہ صرف خلافت سے والہانہ محبت تھی اور خلافت سے عشق تھا جو انہیں شدید بارش کا مقابلہ کرنے کی طاقت دیئے ہوئے تھا۔ عورتیں بھی بارش سے شرابور بھیگی ہوئی آ رہی تھیں۔ حضور انور خواتین کو ہدایت دیتے تھے کہ گھروں کو پہنچیں اور بچوں کے کپڑے بدلیں۔

یہ منتظم صاحب بیان کرتے ہیں کہ بار بار دل میں یہی خیال آتے تھے کہ آج کے نام نہاد مُلّاں اور بے نصیب اور خدا کی درگاہ سے دھتکارے ہوئے اس جماعت کو ختم کرنا چاہتے ہیں جو اپنے امام کی محبت میں صرف اس کا دیدار حاصل کرنے کے لئے اس جذبہ سے سرشار ہے۔ اس جماعت کی دیگر قربانیاں تو اور ہی رنگ رکھتی ہیں۔ وہ ایسی جماعت کو کیسے مٹا سکتے ہیں۔ ان مخالفوں کے حصہ میں تو ناکامی اور نامرادی ہی ہے۔

(باقی آئندہ)

۞۞۞۞۞۞۞

محرم میں کثرت سے درود پڑھیں

حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:

’’محرم کے دن شروع ہو چکے ہیں اور اس عرصے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی آل پر کثرت سے درود پڑھنا چاہئے۔ مسلسل درود پڑھنا تو انسان کی فطرت ثانیہ ہو جانا چاہئے مگر محرم کے دردناک ایام کے تصور سے درود میں زیادہ درد پیدا ہو جاتا ہے۔ پس اس بات کو نہ بھولیں۔ سفر میں، حضر میں، جب توفیق ملے، جب ذہن اس طرف فارغ ہو جائے یعنی درود پڑھنے کے لئے مرکوز ہو سکے اس وقت دل کی گہرائی سے اور محرم کے تصور سے دل کے درد کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی آل پر درود بھیجا کریں۔‘‘ (روزنامہ الفضل 29/جون 1999ء)

مجھے اُس یار سے پیوند جاں ہے
وہی جنت وہی دارالاماں ہے

بیاں اس کا کروں طاقت کہاں ہے
محبت کا تو اک دریا رواں ہے

یہ کیا احساں تیرے ہیں میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

تیری نعمت کی کچھ قلّت نہیں ہے
تہی اس سے کوئی ساعت نہیں ہے

شمار فضل اور رحمت نہیں ہے
مجھے اب شکر کی طاقت نہیں ہے

یہ کیا احساں ہیں تیرے میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(درثمین)

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،
گرانقدر مساعی اوران کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر122

گزشتہ قسط میں ہم نے عیسائی پادری کے حملوں کے جواب میں مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کے پروگرامز کی سیریز أَجْوِبَة عَنِ الْإِيْمَان کا ذکر کیا تھا اور کہا تھا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق ایم ٹی اے پر چلنے والے ان پروگرامز نے پسپائی کے شکار مسلمانوں کے ہاتھ میں دلیل دے دی اور ارتداد کا شکار مسلمان اپنے اسلام پر دوبارہ فخر کرنے لگے۔

قارئین کرام ضرور جاننا چاہیں گے کہ آخر مصطفیٰ ثابت صاحب کے پروگرامز میں ایسی کیا بات تھی؟ اور وہ کون سا اسلوب تھا جس نے پادری کے پورے کھیل کا پانسا پلٹ دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ثابت صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جدید علم کلام کو استعمال کیا اور انہی خطوط پر اپنے جوابات تیار کئے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کے فتنہ کو فرو کرنے کیلئے وضع فرمائے تھے۔

تقلیدی طریق کے سُقم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مذکورہ اسلوب کے بارہ میں کچھ لکھنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تقلیدی طریق اوراس کے بڑے سقم کے بارہ میں کچھ عرض کر دیا جائے۔

عیسائیت کے فتنہ کا مقابلہ کرنے میں دیگر مسلمان علماء کی ناکامی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ یہ فیصلہ کر بیٹھے ہیں کہ جن نصوص وتفاسیر کی بنا پر اسلام پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ اوران کو لکھنے والے غلطی سے پاک ہیں لہذا جو کچھ ان کی کتب میں لکھا ہے سب سچ ہے خواہ صریحاً وہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے ٹکراتا ہو۔لہٰذا اس مجبوری کی بنا پر وہ ان نصوص وروایات وتفاسیر کی وضاحت کرتے ہیں۔لیکن اکثر مسلمانوں کا ان کتب کے مؤلفین کو ائمہ اور مجددین قرار دینا ان کے ہر وضاحتی جواب کو کمزور کرنے کے لئے کافی ہے۔بعض علماء کے اسی اسلوب کی بنا پر عیسائی پادری کے بیشتر اعتراضات اپنی جگہ پر جوں کے توں قائم رہے بلکہ ایسے جوابات نے پادری کی خنجر صفت زبانِ اعتراض کے گھاؤ مزید گہرے کر دیئے۔

ہمارا طریق

ہم تو انہی اصولوں کی پیروی کرنے والے ہیں جو ہمیں خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں سکھائے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے غیر مسلموں سے بحث کرنے کا بنیادی اصول یوں بیان فرمایا ہے کہ: وَاِنَّآ اَوْ اِیَّاکُمْ لَعَلٰی ھُدًی اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (سبا:25) یعنی گو کہ ہمیں پتہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی طرف سے حق پر ہیں لیکن آپ کی تسلی کے لئے ہم اس نقطہ سے بحث کا آغاز کرتے ہیں کہ دیکھیں حق پر کون ہے؟ آپ یا ہم؟ اور گمراہ کون ہے؟ آپ یا ہم؟ لہٰذا آپ کے اعتراضات کا جواب دینے سے قبل دیکھ لیتے ہیں کہ اسلام کے بدلہ میں جو دین آپ ہمیں دینا چاہتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟ لہٰذا ہمارا حق ہے کہ آپ کے عقائد کو آپ کی کتاب کی رُو سے چیک کریں اور قبول کرنے سے پہلے ان کی صداقت کو پرکھیں۔ چنانچہ بائبل پر ایک نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ تثلیث کا عقیدہ آپ کا تراشیدہ ہے۔ یسوع کو جن معنوں میں بیٹا کہا گیا ان معنوں میں تو تمام بنی اسرائیل کو بیٹے کہا گیا ہے۔اناجیل یسوع کی نسبت نہایت رذیل قسم کے اخلاق بیان کرتی ہیں۔ اناجیل کے مطابق یسوع صلیبی موت سے بچ کر اس علاقے سے ہجرت کر گئے تھے، اور اگر وہ صلیبی موت سے بچ گئے تھے تو آپ کے موجودہ دین کی بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے جو کفّارہ کے تصور پر قائم ہے۔اب آپ ہی ہمیں بتائیں کہ ہم اس دین کو کس طرح مانیں جسے آپ کی اپنی کتاب ہی جھوٹا قرار دے رہی ہے۔اس بات کے ثبوت کے بعد ہم بتائیں گے کہ اسلامی تعلیم پر مشتمل الہامی کتاب قرآن کریم کے مطابق کس طرح اسلام ہی سچا اور منجانب اللہ مذہب ٹھہرتا ہے۔ جو بات صریحًا کتاب اللہ کے مخالف ہوگی اسے اصل تعلیم کا حصہ نہیں سمجھا جائے گا۔لہٰذا دیگر کتب کی نصوص او رروایات پر اعتراض ان کے مؤلفین پر نقطہ چینی کے طور پر تو ہوسکتا ہے اس کا اصل الہامی تعلیم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

کاسرِ صلیب کے علم کلام کی خصوصیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس علم کلام کی بنیاد رکھی اس کی رُو سے آپؑ نے فرمایا کہ ہر مذہب اپنی کتاب کی رُو سے اپنی صداقت ثابت کرے، اوراپنے جملہ عقائد اور ان کی صحت کے دلائل کو اپنی الہامی کتاب سے ثابت کرے۔ چنانچہ آپؑ نے جب اپنی کتب میں عیسائیوں کے بعض باطل عقائد اور عیسائیوں کے مزعومہ یسوع کے بعض قابل اعتراض اخلاق واقوال درج فرمائے تو دراصل یہ ان کی وہ صورت تھی جو عیسائی کتب میں مذکور تھی نہ کہ وہ جسے قرآن کریم بیان کرتا ہے۔ اس لئے بعض نادان ناسمجھی میں آج تک ان تحریرات پر اعتراض کرتے چلے جارہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں سخت کلمات استعمال فرمائے ہیں۔ حالانکہ آپ نے عیسائی کتب کے مطابق انجیلی یسوع کی حقیقی تصویر نقل فرمائی ہے تا منصف مزاج لوگ فیصلہ کرسکیں کہ کونسی کتاب عیسیٰ علیہ السلام کو ان کا صحیح مقام دینے والی تعلیم لائی ہے اور کس کتاب کی تعلیم ان کی کسرِ شان کی مرتکب ہوتی ہے۔

بہر حال یہی طریق مصطفیٰ ثابت صاحب نے اختیار کیا اور عیسائی پادری کی بیان کردہ عیسائیت کی تعلیم کو بائبل سے ہی غلط ثابت کیا۔جس کی وجہ سے پادری کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور وہ زیادہ دیر اپنے موقف پر کھڑا نہ رہ سکا۔

جدید علم کلام پر ایک نوٹ

یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تاریخی اعتبار سے اس جدید علم کلام کی کسی قدر وضاحت کر دی جائے تا کہ اس طرح قارئین کرام کو اس عظیم مہم اور شاندار کارنامہ کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر سرانجام دیا ہے۔

مولانا شبلی نعمانی نے علم الکلام کے موضوع،تاریخ اوراس کے تدریجی ارتقاء کے بارہ میں ’’علم الکلام‘‘ کے نام سے ایک جامع کتاب تالیف فرمائی جس میں آپ لکھتے ہیں:

’’علم کلام نے اگرچہ بارہ سو برس کی عمر پائی لیکن کمال کے رتبہ تک نہ پہنچ سکا۔‘‘

(علم الکلام صفحہ 129بحوالہ کسر صلیب تالیف عطاء المجیب راشد صاحب صفحہ 20)

پھر لکھتے ہیں:

’’حال میں علم کلام کے متعلق مصر،شام اور ہندوستان میں متعدد کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اور نئے علم کلام کا ایک دفتر تیار ہو گیا ہے، لیکن یہ نیا علم کلام دو قسم کا ہے۔یا تو وہی فرسودہ اور رُور از کار مسائل اور دلائل ہیں جو متأخرین اشاعرہ نے ایجاد کئے تھے۔یا یہ کیا ہے کہ یورپ کے ہر قسم کے معتقدات اور خیالات کو حق کا معیار قرار دیا ہے اور پھر قرآن وحدیث کو زبردستی کھینچ تان کر ان سے ملا دیا ہے۔ پہلا کورانہ تقلید اور دوسرا تقلیدی اجتہاد ہے‘‘۔

(علم الکلام صفحہ 8بحوالہ کسر صلیب تالیف عطاء المجیب راشد صاحب صفحہ 21)

پھر لکھتے ہیں کہ:

’’عباسیوں کے زمانہ میں اسلام کو جس خطرہ کا سامنا ہوا تھا آج اس سے کچھ بڑھ کر اندیشہ ہے۔ مغربی علوم گھر گھر پھیل گئے ہیں اور آزادی کا یہ عالم ہے کہ پہلے زمانہ میں عمومًا بھونچال سا آ گیا ہے۔نئے تعلیم یافتہ بالکل مرعوب ہو گئے ہیں۔قدیم علماء عزلت کے دریچہ سے کبھی سر نکال کر دیکھتے ہیں تو مذہب کا افق غبار آلود نظر آتا ہے۔ ہر طرف سے صدائیں آ رہی ہیں کہ پھر ایک نئے علم کلام کی ضرورت ہے۔اس ضرورت کو سب نے تسلیم کیا ہے۔

(علم الکلام صفحہ4بحوالہ کسر صلیب تالیف عطاء المجیب راشد صاحب صفحہ 22)

ایسی صورتحال میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تشریف لا کر ایک ایسے علم کلام کی بنیاد رکھی جس کی جڑیں قرآن کریم میں ملتی ہیں اور عقلِ سلیم ومنطقِ صحیح اس کی تائید کرتے ہیں۔اس بات کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے نہایت حسین پیرائے میں یوں بیان فرمایا ہے:

’’آپ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ناقل) نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے رائج الوقت علم کلام کو بالکل بدل دیا اور اس کے ایسے اصول مقرر فرمائے کہ نہ تو دشمن انکار کرسکتا ہے اور نہ ان کے مطابق وہ اسلام کے مقابلے میں ٹھہر سکتا ہے۔اگر وہ ان اصولوں کو رد کرتا ہے تب بھی مرتا ہے اور اگر قبول کرتا ہے تب بھی مرتا ہے۔نہ فرار میں اسے نجات نظر آتی ہے نہ مقابلے میں حفاظت۔

آپ سے پہلے تنقید اور مباحثے کا یہ طریق تھا کہ ایک فریق دوسرے فریق پر جو چاہتا اعتراض کرتا چلا جاتا تھا اور اپنی نسبت جو کچھ چاہتا تھا کہتا چلا جاتا تھا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب مناظرہ کا میدان غیر محدود ہو جائے تو مناظرہ کا نتیجہ کچھ نہیں نکل سکتا......پہلے یہ طریق تھا کہ ہر شخص کو جو بات اچھی معلوم ہوئی خواہ کسی کتاب میں پڑھی ہو اپنے مذہب کی طرف منسوب کر دی اور کہہ دیا کہ دیکھو ہمارے مذہب کی تعلیم کیسی اچھی ہے۔گویا اصل مذہب کے متعلق گفتگو ہی نہ ہوتی تھی بلکہ علماء اور مباحثین کے ذاتی خیالات پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ متلاشیان حق کو فیصلہ کرنے کا موقع نہ ملتا تھا۔آپ نے آکر اس طریق مباحثہ کو خوب وضاحت سے غلط ثابت کیا اور بتایا کہ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کتاب ہماری ہدایت کے لئے آئی ہے تو چاہئے کہ جو کچھ وہ ہمیں منوانا چاہتی ہے وہ بھی اس میں موجود ہو اور جن دلائل کی وجہ سے منوانا چاہتی ہے وہ بھی اس میں موجود ہوں۔ کیونکہ اگر خدا کا کلام دعوے اور دلائل دونوں سے خالی ہے تو پھر اس کا ہمیں کیا فائدہ؟ اور اگر دعویٰ بھی ہم پیش کرتے ہیں اور دلائل بھی ہم ہی دیتے ہیں تو پھر اللہ کے کلام کا کیا فائدہ؟ اور ہمارا مذہب اللہ کا دین کہلانے کا کب مستحق ہے؟......پس ضروری ہے کہ مذہبی تحقیق کے وقت یہ امر مدنظر رکھا جائے کہ آسمانی مذاہب کے مدعی جو دعویٰ اپنے مذہب کی طرف سے پیش کریں وہ بھی ان کی آسمانی کتب سے ہو......اور جو دلائل دیں وہ بھی انہی کی کتب سے ہوں......غرض غیر مذاہب کے لوگ اس اصل کو نہ رد کرسکتے تھے کیونکہ ان کے رد کرنے کے یہ معنی تھے کہ ان کے مذہب بالکل ناقص اور ردی ہیں اور نہ قبول کر سکتے تھے کیونکہ......جب اس اصل کے ماتحت دوسرے مذاہب کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ قریباً نوّے فیصدی ان کے دعوے ایسے تھے جو ان کی الہامی کتب میں نہیں پائے جاتے تھے......پھر آپ نے ثابت کیا کہ قرآن کریم تمام اصول اسلام کو خود پیش کرتا ہے اور ان کی سچائی کے دلائل بھی دیتا ہے۔اور اس کے ثبوت میں آپ نے سینکڑوں مسائل کے متعلق قرآن کریم کا دعویٰ اوراس کے دلائل پیش کر کے اپنی بات کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا اور دشمنان اسلام آپ کے مقابلہ سے بالکل عاجز آ گئے......یہ علم کلام ایسا مکمل اور اعلیٰ ہے کہ نہ اس کا انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کی موجودگی میں جھوٹ کی تائید کی جاسکتی ہے۔

(دعوة الأمير، انوار العلوم جلد7صفحہ 444تا 446)

اور یہ ایسی حقیقت ہے جس کا اقرار غیر از جماعت منصف مزاج علماء ومحققین نے بھی کیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر اخبار کرزن گزٹ کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی صاحب نے 1/6/1908 کی اشاعت میں لکھا:

’’مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ

ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔''

کسرِ صلیب کے لئے بے نظیر معرفت

یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کے پروگرامز کے بعد متعدد مسلمان علماء نے بھی یہی اسلوب اپنایا اور اسی طریق پر عیسائی عقائد اور تعلیمات کا ردّ کیا، جو ان کی طرف سے خاموش اعتراف ہے کہ آج اگر صلیب کو توڑنے کا کوئی حربہ ہے تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ہے۔ اور اس کو استعمال کئے بغیر یہ کام کرنا ناممکن ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

''خدا تعالیٰ نے مجھے کسرِ صلیب کے لئے وہ معرفت عطا فرمائی کہ اس کی نظیر دوسرے مسلمانوں میں پائی نہیں جاتی۔''

(نجم الہدی، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 105)

کتاب أجْوِبَة عَنِ الْاِيْمَان

پہلی تیس قسطوں کے ٹیکسٹ پر مشتمل کتاب أجْوِبَة عَنِ الْاِيْمَان کے نام سے ہی مصر میں شائع ہوئی، اس کی اشاعت کے بارہ میں مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

میرا ایک مصری دوست احمد رائف تھا جس کا تعلق اخوان المسلمین سے تھا۔ پچاس کی دہائی میں میرا اس سے تعارف ہوا۔ جب اسے پتہ چلا کہ مَیں احمدی ہوگیا ہوں تو ادھر ادھر سے سن کے اس نے بھی مکرم محمد بسیونی صاحب صدر جماعت کے پاس جا کر بیعت کرلی۔ لیکن دراصل اس کا مقصد یہ تھا کہ اس نے کہیں سے غلط پروپیگنڈہ سنا تھا کہ جماعت بیعت کرنے والے کو مال دیتی ہے۔ چنانچہ جب احمدی ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ یہاں سے لینے کی بجائے چندہ دینا پڑتا ہے، لہذا یہ احمدیت چھوڑ گیا۔ لیکن اس عرصہ میں ایک یہووا وٹنس فرقہ سے تعلق رکھنے والے عیسائی اور ایک چرچ کے پادری سے میری عیسائی عقائد کے بارہ میں بحث ہوتی رہتی تھی اور احمد رائف صاحب میرے ساتھ ہوتے تھے جو اکثر حیران ہوکر پوچھا کرتے تھے کہ تمہارے پاس یہ علوم کہاں سے آئے ہیں؟ اس کے بعد ساٹھ کی دہائی میں یہ قید ہوگئے اور بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ازاں بعد ان کی رہائی ہوئی تو انہوں نے اپنا دارالنشر کھول لیا۔ جب عیسائی پادری نے اسلام اور نبیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں توہین آمیز پروگرام شروع کئے تو انہوں نے کہا کہ اس پادری کا جواب صرف ایک شخص دے سکتا ہے اور اس کا نام مصطفیٰ ثابت ہے۔ انہوں نے مجھے تلاش کرنے کی بھی کوشش کی لیکن مَیں مصر میں نہیں تھا۔ دوسری طرف مجھے ان کے دارالنشر کا علم ہوا تو مَیں نے بھی ان سے رابطہ کی کوشش کی۔ پھر ہمارے مصری احمدی مکرم عمرو عبدالغفار صاحب کے ذریعہ ان سے رابطہ ہوا اور فون پر بات چیت ہوگئی، اس وقت تک أجْوِبَة عَنِ الْاِيْمَان کی اقساط ٹی وی اور انٹرنیٹ پر آچکی تھیں۔ احمد رائف صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ أجْوِبَة عَنِ الْاِيْمَان کی پہلی جلد اپنے دارالنشر سے شائع کرے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دارالنشر سے نہ صرف پہلی بلکہ دوسری جلد بھی شائع کی۔

کتاب کا مقدمہ

اس کتاب کا مقدمہ ایک مشہور مصری شخصیت ڈاکٹر محمد عمارہ مصطفیٰ صاحب نے لکھا ہے جو کہ اسلامی حلقوں میں عصر حاضر کے ایک مشہور و معروف اسلامی سکالر اور مفکر مانے جاتے ہیں۔ 100 سے زائد کتب کے مصنف ہیں اور ان کے لاتعداد ٹی وی پروگرامز اور دروس کی ویڈیوز انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔

انہوں نے تقریباً 14 صفحات پر مشتمل اپنے مقدمہ میں عرب ممالک کے مقامی چرچ کی کرسچنائزیشن کی مہم میں شرکت کو تاریخی پس منظر کے حوالے سے بیان کیا۔ اس مقدمہ کے دوران انہوں نے مؤلف کے بارہ میں جو لکھا وہ خلاصۃً اس طرح سے ہے:

کتاب کا مؤلف اور عالم جلیل الأستاذ مصطفیٰ ثابت اس کتاب کے ذریعہ جنگ کو اس کے حقیقی اور طبعی میدان میں لے آیا ہے، اور جنگ کا رخ ان عقائد کی طرف کردیا ہے جس پر اس پادری اور اس کے ہمنواؤں کا ایمان ہے۔...... انہوں نے ان کے عقیدہ کے اصول توڑ دیئے ہیں، اور ایسا عقیدہ رکھنے والوں کے فکری دیوالیہ کا پردہ چاک کیا ہے۔ نیز انہوں نے اسلامی نصوص کے استعمال کرنے میں ان عیسائیوں کے صریح جھوٹ اور دجل پر مبنی حیلوں کو بے نقاب کیا ہے۔

(أجْوِبَة عَنِ الْاِيْمَان جلد 1 صفحہ 18-17)

الأزھر کا پادری کو رسمی جواب

ڈاکٹر محمد عمارہ کی کوششوں سے یہ کتاب الأزہر کی ''مجمع البحوث الإسلامیہ'' میں پیش ہوئی اور پھر اس مجمع کی سفارش اور شیخ الأزہر کی اجازت سے ان کے رسمی جریدہ ''صوت الأزہر'' میں قسط وار چھپنے لگی، بلکہ الأزہر نے اسے اپنی طرف سے اس عیسائی پادری کو رسمی جواب کے طور پر پیش کیا۔

کچھ عرصہ کے بعد جب مصطفیٰ ثابت صاحب ان ریکارڈڈ پروگرامز کے علاوہ لائیو عربی پروگرام ''الحوار المباشر'' میں بھی آنے لگے اور لوگوں کو خوب علم ہوگیا کہ یہ احمدی ہیں تو کئی ویب سائٹس اور جرائد اور ٹی وی چینلز پر شور و غوغا بلند ہوا کہ جس شخص کے پروگراموں کی بہت تعریف کی گئی ہے اور ڈاکٹر محمد عمارہ نے اس کی کتاب کا مقدمہ لکھا ہے اور الأزہر کے رسمی ترجمان رسالہ میں اس کو قسط وار شائع بھی کیا ہے، وہ شخص احمدی ہے۔ لہذا کئی ویب سائٹس پر ابھی تک لوگوں کی قیاس آرائیاں موجود ہیں۔

کسی نے کہا کہ مسلمانوں کے تفرقہ کی وجہ سے اس مسلمان عالم دین کو پادری کا جواب دینے کے لئے احمدیوں کے چینل پر جانا پڑا۔ (شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی یہ 30 قسطیں عیسائی عقائد کے ردّ پر مشتمل تھیں جس کے دوران زیادہ تر بائبل کی نصوص ہی پیش کی جاتی رہیں اور کہیں بھی جماعت کے بارہ میں بات نہیں ہوئی تھی، تاہم مصطفیٰ ثابت صاحب نے کہیں کہیں قرآن کے ناسخ و منسوخ سے پاک ہونے، وفات مسیح اور صلیبی موت سے مسیح کی نجات وغیرہ جیسے اپنے عقائد کا اظہار کیا تھا)

کسی نے لکھا کہ اگر یہ شخص عیسائی پادری کا منہ بند کر رہا ہے تو ہمیں اس کے دین و عقیدہ سے غرض نہیں ہونی چاہئے۔

کسی نے کہا کہ مجھے ان کی احمدیت کے بارہ میں جان کر شدید صدمہ ہوا ہے کیونکہ مجھے پادری کے خلاف ان کا اسلوب بہت پسند تھا۔

ایک شخص یاسر جبر نے الفرقان نامی ایک ویب سائٹ پر لکھا کہ انہوں نے یہ کتاب خریدی تھی لیکن ثابت صاحب کے درج ذیل ''جرائم'' کی وجہ سے مکمل نہیں پڑھی۔ یہ قرآن کریم میں ناسخ اور منسوخ کے منکر ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع إلی اللہ کے منکر ہیں اور ایک پرانے فتوی اور شیخ محمد عبدہ کی بعض تحریرات سے اس کی وفات ثابت کرتے ہیں۔ مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کے منکر ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ ان کو صلیب پر لٹکایا گیا لیکن صلیب پر ان کی وفات نہیں ہوئی۔

(http://www.elforkan.com/7ewar/showthread.php?t=4408)

ایک شخص ابو عبیدہ نے 25 دسمبر 2006ء کو ''اتباع المرسلین'' نامی ویب سائیٹ پر ثابت صاحب کو کافر اور ضال وغیرہ کہنے کے بعد لکھا کہ:

''مَیں یہ نہیں کہتا کہ ہمیں اس شخص (مصطفیٰ ثابت) کے علم کو بالکل ہی ردّ کر دینا چاہئے، بلکہ ہمیں اس کے بعض دلائل و براہین لے لینے چاہیں لیکن اس کی تعریف یا اس کے لئے دعا وغیرہ نہیں کرنی چاہئے بلکہ خدا کی خاطر ہمیں اس سے بغض رکھنا چاہئے''۔

(http://www.ebnmaryam.com/vb/t12986.html)

اس قسم کے تبصروں کے ساتھ تقریباً ہر ایک نے ہی یہ بھی لکھا کہ ڈاکٹر محمد عمارہ نے شاید مصطفیٰ ثابت صاحب کی کتاب کا مقدمہ اس لئے لکھ دیا کیونکہ انہیں ثابت صاحب کے احمدی ہونے کا علم نہ تھا، اور یہ کہ انہیں ایک بیان کے ذریعہ اپنے مقدمہ کو واپس لینا چاہئے وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ اسی عرصہ میں جب أجْوِبَة عَنِ الْاِيْمَان کا دوسرا حصہ چھپا تو اس کا بھی ڈاکٹر محمد عمارہ نے 10 صفحات پر مشتمل مقدمہ لکھا جس کے آخر پر حاشیہ میں لکھا کہ پہلے حصہ کی اشاعت پر بہت سے لوگوں نے شور مچایا ہے کہ ایسی کتاب کی اس قدر پذیرائی کیوں کی گئی جس کے مؤلف کے مذہب سے جمہور مسلمین کا اختلاف ہے۔ اس کے جواب میں ہم سب کو یہ زرّیں اصول یاد دلاتے ہیں: لا تعرف الحق بالرجال ولکن اعرف الحق تعرف أھله۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی کی شخصیت کی بنا پر حق کے حق ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاتا بلکہ جس کے پاس حق ہوگا وہی اہل حق کہلائے گا۔ اور ہم اپنے آپ کو ایک کلمہ حق کے سامنے پاتے ہیں جو اس کتاب کے مؤلف کے قلم سے نکلا ہے۔ ہمیں اس کے مذہب سے کوئی سروکار نہیں۔

ڈاکٹریٹ کی ڈگری

ہم نے ذکر کیا ہے کہ احمد رائف صاحب مصر کے ایک دارالنشر ''الزھراء للإعلام العربی'' کے مالک ہیں۔ یہ مصطفیٰ ثابت صاحب کے قدیمی دوست تھے۔ انہوں نے آپ کی کتاب اپنے دارالنشر سے شائع کی۔ انہوں نے جب اس کتاب کا مطالعہ کیا تو اسے کئی ایسے علماء کے سامنے پیش کیا جو یونیورسٹیوں میں تحقیقی مقالہ جات کی بنا پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری دینے کا فیصلہ کرتے ہیں اور ان سب نے کتاب أجْوِبَة عَنِ الْاِيْمَان کے مصنف کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دینے کا فیصلہ کیا۔ گو کہ اس ڈگری کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن یہ ان کی طرف سے جذبات کا اظہار ہے جس کا بیان انہوں نے 8 ستمبر 2007 کو ہونے والے ''الحوار المباشر'' میں فون کال کے ذریعہ کیا۔

چنانچہ اس دارالنشر سے شائع ہونے والے کتاب کے دونوں حصوں پر مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کے نام کے ساتھ ''الدکتور'' کے لفظ کا اضافہ کردیا گیا ہے۔

أجْوِبَة عَنِ الْاِيْمَان کی ویب سائٹ نیز الحوار المباشر میں اور جماعت کی مرکزی عربی ویب سائٹ پر بہت سے لوگوں نے عیسائی حملے کے جواب کے لئے جماعت کی خدمات کو سراہا اور اسلام کے دفاع کے اس کام پر مبارکباد دی۔ ان تمام امور کا مفصل بیان الحوار المباشر کے ذکر میں آئے گا۔ إن شاء اللہ العزیز۔

(باقی آئندہ)

مَنْ حَارَبَ الْمَقْبُوْلَ حَارَبَ رَبَّهُ

(انتخاب از عربی منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)

مَنْ حَارَبَ الْمَقْبُوْلَ حَارَبَ رَبَّهُ	فَهَوٰى شَقًا فِيْ هُوَّةِ الْخُسْرَانِ
مَنْ كَانَ فِيْ حِفْظِ الْاِلٰهِ وَعَوْنِهٖ	مَنْ يُّهْلِكَنْهُ وَاِنْ سَعَى الثَّقَلَانِ
كِيْدُوْا جَمِيْعًا كُلُّكُمْ لِاِهَانَتِيْ	ثُمَّ انْظُرُوْا اِكْرَامَ مَنْ صَافَانِيْ
قُوْمُوْا لِتَحْقِيْرِيْ بِعَزْمٍ وَّاحِدٍ	ثُمَّ انْظُرُوْا اِعْظَامَ مَنْ وَّالَانِيْ
كُوْنُوْا كَذِئْبٍ ثُمَّ صُوْلُوْا بِالْمُدٰى	ثُمَّ انْظُرُوْا اِقْدَامَ مَنْ نَّا جَانِيْ
هَلْ يَسْتَوِيْ اَهْلُ السَّعَادَةِ وَالشَّقَا	اَفَاَنْتَ اَعْمٰى اَوْ اَخُ الشَّيْطَانِ
اَلْوَقْتُ يَدْعُوْ مُصْلِحًا وَّمُجَدِّدًا	فَارْنُوْا بِنَظْرٍ طَاهِرٍ وَّجَنَانِ

ترجمہ: جس نے مقبول سے جنگ کیا اس نے اپنے ربّ سے جنگ کیا سو وہ بدبختی سے زیاں کاری کے گڑھے میں گرا۔ جو شخص خدا تعالیٰ کی حفاظت اور مدد میں ہو اس کو کون ہلاک کرسکتا ہے اگرچہ جنّ و انس کوشش کریں۔ تم سب مل کر میری اہانت کے لئے کوشش کرو پھر دیکھو کہ کیونکر مجھے وہ بزرگی دیتا ہے جس نے مجھے اپنی دوستی کے لئے خالص کیا ہے۔ تم میرے حقیر کرنے کے لئے ہی قصد کے ساتھ اٹھ کھڑے ہو پھر دیکھو کہ کیونکر وہ مجھے عزت بخشتا ہے جس نے مجھے دوست پکڑا ہے۔ تم بھیڑیئے ہو جاؤ پھر کاردوں کے ساتھ حملہ کرو پھر دیکھو کہ کیونکر وہ میدان میں آتا ہے جو میرا ہمراز ہے۔ کیا سعید اور بدبخت برابر ہوسکتا ہے؟ کیا تو اندھا ہے یا شیطان کا بھائی؟۔ وقت ایک مصلح اور مجدّد کو بلا رہا ہے۔ سو تم پاک نظر اور پاک دل کے ساتھ دیکھو۔

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام روزمرہ کے معاملات سے لے کر دشمنوں کے مقابلہ تک میں صبر دکھانے کے قرینے سکھائے۔

(احادیث نبویہ کے حوالہ سے صبر و استقامت کی اہمیت اور اس کو اپنانے کی اہم نصائح)

صحابہ رسولؐ کے صبر و استقامت کے حیرت انگیز نمونوں کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہمیشہ صبر اور استقامت دکھانے کی توفیق دیتا چلا جائے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 19 نومبر 2010ء بمطابق 19 نبوت 1389 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ-اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُالْعٰمِلِيْنَ- الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (العنکبوت:59-60)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین کی وہ قوم پیدا کی جو ایمان میں بڑھے ہوئے تھے۔ وہ اس ایمان اور یقین پر قائم تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ ان پر دین اپنے کمال پر پہنچا اور یہی دین ہے جس کی تعلیم پر عمل کر کے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کی جاسکتی ہے۔ پس جب صحابہ اپنے ایمان کی معراج کو چھونے لگے تو ان کا ہر حرکت و سکون اور ہر عمل خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہو گیا۔ اور جو عمل اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے یا چاہنے کے لئے ہو، وہی عمل صالح کہلاتا ہے۔ پس ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی سے اپنے اندر ایک عظیم انقلاب لانے والے لوگوں کا ہی ذکر ہے۔ جو اپنی تمام پرانی بدعادات کو چھوڑ کر اپنے ایمان میں اس قدر مضبوط ہوئے کہ انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ایمان میں مضبوطی اور اعمالِ صالحہ بجالانے کے لئے وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے تیار رہیں گے۔ اگر خاموشی سے سختیاں برداشت کرنی پڑیں تو وہ کریں گے کیونکہ ایک وقت میں جب سختی کا مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں تھی تو اس وقت ایمان میں مضبوطی کا تقاضا یہی تھا کہ خاموشی سے سختیاں جھیلو۔ اس وقت عملِ صالح یہی تھا کہ سختی کا جواب سختی سے نہیں دینا۔ جب یہ حکم ہوا کہ وطن چھوڑ کر ہجرت کر جاؤ تو ایمان کی مضبوطی اور عملِ صالح یہی تھا کہ بغیر کسی تردد کے وطن چھوڑ دیں۔ جب دشمن کو سزا دینے کے لئے جنگ کا حکم تھا تو ایمان کا تقاضا اور عملِ صالح یہی تھا کہ ہر قسم کے نتائج سے بے پرواہ ہو کر دشمن کو سزا دو۔ یہ نہ دیکھو کہ میرے پاس ہتھیار ہیں یا نہیں۔ دشمن کی طاقت اور میری طاقت میں کوئی نسبت ہے یا نہیں۔ غرضیکہ ایمان لانے کے بعد کوئی بھی عمل اور کوئی بھی نیکی جب خدا تعالیٰ کی رضا کی تابع ہو جائے۔ اپنی جان کو انسان خدا تعالیٰ کی امانت سمجھنے لگے جس کا حق صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کو میں ضرور جنت میں داخل کروں گا اور جنت میں بھی ایسے بالا خانے ملیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور یہ جنتیں دائمی انعامات اور دائمی زندگی کی علامت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بہترین اجر ہے جو ہم ایمان میں کامل اور اللہ تعالیٰ کی خاطر ہر عمل کرنے والے کو دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ جو بہترین اور دائمی جنتوں کا اجر پانے والے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے انتہائی صبر سے قربانیاں دیں اور اپنے ایمانوں کو سلامت رکھا۔ اپنے ربّ پر کامل توکل رکھتے ہوئے وہ اس یقین پر قائم تھے کہ اگر ہم نے صبر کے نمونے دکھاتے ہوئے اپنے ایمان کی حفاظت کی اور ہر عمل خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے بجالاتے رہے تو اللہ تعالیٰ جو سچے وعدوں والا ہے، ضرور اجر سے نوازے گا۔ پس یہ ایمان میں مضبوطی اور اعمالِ صالحہ بجالانے کی طرف توجہ جیسا کہ مَیں نے کہا اُن صحابہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور قوتِ قدسی کی وجہ سے پیدا ہوئی۔

آج مَیں صبر کے حوالے سے چند احادیث پیش کروں گا جن سے پتہ چلتا ہے کہ مومنین میں اس خُلق کے پیدا کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کیا اسلوب اور طریقے سکھائے۔ اور پھر صحابہ نے جو ایمان میں ہر دن ترقی کرتے چلے گئے یا ترقی کرتے چلے جانے والے تھے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کس طرح صبر و استقامت کے اعلیٰ معیار قائم کئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام روزمرہ کے معاملات سے لے کر دشمنوں کے مقابلہ تک میں صبر دکھانے کے قرینے سکھائے اور یہ سکھاتے ہوئے ہمیں نصائح فرمائیں کہ کس وقت ہمیں کیا کرنا ہے؟

آج مَیں سب سے پہلے جو حدیث پیش کروں گا اس کا تعلق دشمنوں کے ساتھ نہیں بلکہ عائلی زندگی کے صبر کے ساتھ ہے کہ خاوند اور بیوی کو عائلی زندگی کس طرح گزارنی چاہئے۔ کئی عورتوں کے بھی خطوط آتے ہیں اور اگر ملاقات کا موقع مل جائے تو اس میں بھی شکایات کرتی ہیں کہ ہماری بیٹیاں ہیں مثلاً اور بیٹا کوئی بھی نہیں جس کی وجہ سے خاوند اور سسرال مستقل طعنہ دیتے رہتے ہیں۔ گھریلو زندگی اجیرن ہوئی ہوئی ہے۔ یا بیٹیاں خود بھی لکھ دیتی ہیں کہ ہمارے باپ کا ہمارے ساتھ بیٹی ہونے کی وجہ سے نیک سلوک نہیں ہے اور ہماری زندگی مستقل اذیت میں ہے۔ اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ایسی ہے جو لوگوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ بہت سارے ایسے ہیں جو دینی علم بھی رکھتے ہیں، جماعتی کام بھی کرنے والے ہیں لیکن پھر بھی گھروں میں ان کے سلوک اچھے نہیں ہوتے۔ اس حدیث کے سننے کے بعد مَیں سمجھتا ہوں کہ کوئی انسان جس میں ہلکی سی بھی ایمان کی رمق ہو، اپنی بیٹیوں کو بیوی یا بیٹیوں کے لئے طعنہ کا ذریعہ نہیں بنائے گا۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو صرف بیٹیوں کے ذریعے سے آزمائش میں ڈالا گیا اور اس نے اس پر صبر کیا تو وہ بیٹیاں اس کے اور آگ کے درمیان روک ہوں گی۔ (سنن ترمذی ۔ کتاب البر و الصلة۔ باب ماجاء فی النفقة علی البنات والاخوات)

دنیا میں کون شخص ہے جس سے چھوٹی موٹی غلطیاں اور گناہ سرزد نہ ہوتے ہوں۔ کون شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں نہیں آنا چاہتا۔ یقیناً ہر ایک اس پناہ کی خواہش رکھتا ہے۔ تو بیٹیوں والوں کو یہ خوشخبری ہے کہ مومن بیٹیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جائے گا۔ بعض مسائل پیدا ہوتے ہیں ان کو حل کرنا اور اس معاشرے میں بھی ہمیں بیٹیوں کی وجہ سے بہت سارے مسائل نظر آتے ہیں ان کو برداشت کرنا اور کسی بھی طرح بیٹیوں پر یہ اظہار نہ ہونے دینا یا ماؤں کو بیٹیوں کی وجہ سے نشانہ نہ بنانا، یہ ایک مومن کی نشانی ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر یہ باتیں جو ہیں اس کے اور آگ کے درمیان روک بن جاتی ہیں۔

پھر ایک حدیث میں ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو بڑے زود رنج ہوتے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر ان میں ناراضگی ہو جاتی ہے۔ اور اسی وجہ سے پھر اپنے اس معاشرے میں گھلنا ملنا پسند نہیں کرتے۔

یحيٰ بن وثّاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک بزرگ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مسلمان جو لوگوں سے ملتا جلتا رہتا ہے اور ان کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرتا ہے، اُس مسلمان سے بہتر ہے جو نہ تو لوگوں سے میل ملاپ رکھتا ہے اور نہ ہی ان کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرتا ہے۔ (سنن ترمذی. کتاب القیامة والرقائق)

پس اس میل ملاپ سے ہوسکتا ہے کسی کے اچھے اخلاق اور صبر سے دوسرے متأثر ہو جائیں، نصیحت حاصل کر جائیں، معاشرے میں بہتری پیدا ہو جائے۔ لوگ اپنی اصلاح کی کوشش کریں اور پھر اس طرح ملنے جلنے سے کوئی کسی دوسرے کی اصلاح کا ذریعہ بن جائے۔ پھر انسان کے اپنے اندر صبر کی وجہ سے جو وسعتِ حوصلہ پیدا ہوتی ہے وہ اسے مزید نیکیوں کی طرف لے جاتی ہے، مزید نیکیوں کا باعث بنتی ہے۔ اور

پھر یہ ایک نصیحت بھی اس میں آ گئی کہ صبر جو ہے اس کی عادت انسان کو ڈالنی چاہئے۔ ذرا ذرا سی باتوں پر آپس کے جھگڑے جو بے صبری کی وجہ سے ہوتے ہیں اُن سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اسی وسعتِ حوصلہ کا ذکر فرماتے ہوئے ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں نصیحت فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاقتور پہلوان وہ شخص نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے۔ اصل پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الادب۔ باب الحذر من الغضب)

پس خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پہلوان وہ ہے جو غصے پر قابو پانے والا ہے۔ اور یہی عملِ صالح ہے جو ایک مومن کو خدا تعالیٰ کا قرب دلاتا ہے، اس کے قریب کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عظیم اُسوہ اس صبر کے اظہار میں کیسا تھا؟ اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہیں مارا۔ نہ کسی عورت کو نہ کسی خادم کو، سوائے اس کے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے کسی کو مارا ہو۔ آپ کو جب کبھی کسی نے تکلیف پہنچائی تو بھی آپؐ نے کبھی اس سے انتقام نہیں لیا۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ کے کسی قابلِ احترام مقام کی ہتک اور بے حرمتی کی جاتی تو پھر آپؐ اللہ تعالیٰ کی خاطر انتقام لیتے تھے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل۔باب مباعدته ملاثام واختیاره......)

پس یہ وہ عظیم اسوہ ہے جو صبر کے مضمون کی حقیقی تصویر پیش کرتا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ابو کبشہ انماریؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تین باتوں کے متعلق تاکیداً کہتا ہوں اور میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں۔ پس تم اسے خوب یاد رکھو۔ آپؐ نے فرمایا: کسی بندے کا مال صدقے سے کم نہیں ہوتا اور وہ بندہ جس پر کوئی ظلم کیا گیا ہو اور اس نے اس پر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔ اور وہ بندہ جس نے کسی سوال کا دروازہ کھولا تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(سنن الترمذی۔ کتاب الزهد۔ باب ما جاء مثل الدنیا مثل اربعة نفر)

پس یہاں صبر کے حوالے سے مَیں یہ بات کرنی چاہتا ہوں۔ ہمیشہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ ظلم پر خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر صبر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا مقبول ہے کہ اس کی عزت اللہ تعالیٰ خود قائم فرما دیتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں روزمرہ معاملات میں اگر لوگ اس اصل کو سمجھ لیں تو ایک پُر امن معاشرہ قائم ہو جائے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔ عمر بن سعد اپنے والد سعدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان پر مجھے تعجب آتا ہے اس لئے کہ جب اسے کوئی خیر پہنچتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر بجا لاتا ہے اور جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اس پر اجر کی امید رکھتا ہے اور صبر سے کام لیتا ہے۔ مسلمان کو ہر حال میں اجر ملتا ہے یہاں تک کہ اُس لقمے میں بھی جو وہ اپنے منہ میں ڈالتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبلؒ۔ مسند سعد بن ابی وقاصؓ۔جلد اول صفحہ 479۔ حدیث نمبر 1531)

ایک دوسری روایت میں اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے۔ حضرت صہیبؓ بن سنان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے سارے کام برکت ہی برکت ہوتے ہیں۔ یہ فضل صرف مومن کے لئے مختص ہے۔ اگر اس کو کوئی خوشی ومسرت وفراخی نصیب ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے۔ اور اس کی شکر گزاری اس کے لئے مزید خیر و برکت کا موجب بنتی ہے۔ اور اگر اُس کو کوئی دُکھ اور رنج، تنگی اور نقصان پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے۔ اور اس کا یہ طرزِ عمل بھی اس کے لئے خیر و برکت کا ہی باعث بن جاتا ہے۔ کیونکہ وہ صبر کرکے ثواب حاصل کرتا ہے۔

(صحیح مسلم۔کتاب الزهد۔ باب المومن اَمرُهٗ كلّه خیر)

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کو کوئی مصیبت، کوئی دکھ، کوئی رنج وغم، کوئی تکلیف اور پریشانی نہیں پہنچتی یہاں تک کہ کانٹا بھی نہیں چبھتا مگر اللہ تعالیٰ اُس کی تکلیف کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

(صحیح مسلم۔کتاب البر والصلة۔ باب ثواب المومن فیما یصیبه من مرض او حزن)

ایک لمبی روایت ہے۔ اس میں خدا تعالیٰ کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ لوگوں کا ذکر ہے۔ وہ پیش کرتا ہوں۔

مُطَرِّفْ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ تک حضرت ابوذرؓ کی ایک روایت پہنچی اور میں خواہش رکھتا تھا کہ ان سے ملاقات ہو جائے۔ پھر جب مَیں ان سے ملا تو عرض کی کہ اے ابوذرؓ! مجھ تک آپ کی ایک روایت پہنچی ہے۔ میں خواہش رکھتا تھا کہ آپ سے ملاقات ہو اور اس کے بارے میں آپ سے پوچھوں۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا: اب مل لیا ہے تو پوچھو۔ مَیں نے کہا مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تین شخص ایسے ہیں جنہیں اللہ عزّ وجل پسند کرتا تھا اور تین شخص ایسے ہیں جنہیں اللہ عزّ وجل ناپسند کرتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ ہاں اور مجھے خیال بھی نہیں آ سکتا کہ مَیں اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولوں۔ یہ بات انہوں نے تین مرتبہ کہی۔ تو مَیں نے پوچھا کہ وہ تین شخص کون سے ہیں جنہیں اللہ عزّ وجل پسند کرتا ہے تو آپ نے فرمایا۔ وہ شخص جو اللہ کے راستے میں جنگ کے لئے نکلا اور اس کا مجاہد ہوتے ہوئے، اُس کا اجر خدا کے ہاں قرار دیتے ہوئے دشمن سے لڑائی کی یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔ اور تم اللہ عزّ وجل کی کتاب میں پاتے ہو کہ اللہ تو ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستے میں صف باندھ کر لڑتے ہیں۔ اور وہ شخص جس کا ہمسایہ اسے تکلیف دیتا ہو اور وہ اس کی تکلیف پر صبر کرے اور اپنے آپ کو روکے رکھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ موت یا زندگی کے ذریعے اس کے لئے کافی ہو جائے۔ اور ایسا شخص جو قوم کے ساتھ سفر پر ہو یہاں تک کہ نیند اور اونگھ انہیں بوجھل کر دے اور وہ رات کے آخری حصے میں پڑاؤ کریں اور وہ شخص اپنا وضو کرے اور نماز کے لئے کھڑا ہو جائے۔ مَیں نے عرض کی کہ وہ کون سے تین شخص ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ فخر ومباہات کرنے والا، تکبر کرنے والا اور تم اللہ عزّ وجل کی کتاب میں پاتے ہو ’’اللہ یقیناً ہر شیخی کرنے والے اور فخر کرنے والے سے پیار نہیں کرتا‘‘ اور وہ بخیل جو احسان کو جتانے والا ہو اور ایسا تاجر جو قسمیں کھا کھا کر بیچنے والا ہو۔

(مسند احمد بن حنبلؒ۔ مسند ابی ہریرہؓ۔جلد 7 صفحہ 217۔ حدیث نمبر 21863۔ ایڈیشن 1998ء۔بیروت)

اس میں جو تین پسندیدہ لوگ ہیں ان میں صبر کرنے والے کا بھی ذکر ہے۔ جو صبر کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کو بہت پسندیدہ ہیں۔

حضرت علیؓ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ایمان میں صبر کی حیثیت ایسی ہے جیسے کہ جسم میں سر کی۔ جب صبر نہ رہا تو ایمان بھی نہ رہا۔ (کنزالعمال۔ الکتاب الثالث فی الاخلاق۔ قسم الافعال۔ باب الصبر وفضله)

ایک مومن کو ہمیشہ تلقین کرتے ہیں کہ ہمیں کس طرح اپنی تکلیفوں اور دکھوں میں اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہئے؟ کس طرح کا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ کس طرح دعا کرنی چاہئے؟ یہ سب باتیں ہمیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں۔

اس بارہ میں ایک حدیث میں آتا ہے کہ اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپؐ فرماتے ہیں: جس بندے کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِی فِی مُصِیْبَتِی وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِنْھَا۔ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں اور اے میرے اللہ! مجھے مصیبت میں اجر دے اور میرے لئے اس کے بعد اس سے بہتر عطا کر۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور اُس کی مصیبت کے بدلے میں اس کو اجر دیتا ہے اور اس کے بعد اس کو اس سے بہتر عطا فرماتا ہے۔

(الجامع لشعب الایمان۔ جلد 12۔صفحہ 182۔ السبعون من شعب الایمان۔ باب فی الصبر علی المصائب۔حدیث 9247۔ مطبوعه مکتبة الرشد۔ ناشرون 2004ء)

اور یہ جو مصیبتیں یا تکالیف ہیں وہ ذاتی زندگی میں بھی ہیں، جماعتی زندگی میں بھی ہیں، قومی زندگی میں بھی ہیں۔ ہر جگہ یہی اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہوئے، ان تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے، صبر اور حوصلہ دکھاتے ہوئے، اس کی پناہ میں آتے ہوئے اس سے اجر مانگا جائے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں بھی کسی بھی قسم کے ابتلا اور مصیبت سے گزرنے والوں کے بارے میں یہی فرماتا ہے۔ فرمایا: اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْآ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اُوْلٰئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ۔ وَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ (البقرة:57-58) ان پر جب بھی کوئی مصیبت آئے تو گھبراتے نہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے ربّ کی طرف سے برکتیں نازل ہوتی ہیں اور رحمت بھی اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

پس یہ قرآنِ کریم کا بھی حکم ہے۔

اب مَیں اللہ تعالیٰ کی نظر میں اُن ہدایت یافتہ لوگوں کے کچھ واقعات پیش کروں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب پانے والے تھے اور آپ کی صحبت سے فیضیاب ہونے والے تھے اور آپ کی تربیت سے انہوں نے فائدہ اٹھایا اور صبر کے اعلیٰ نمونے دکھائے۔

ایک واقعہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب مسلمان آزمائش میں ڈالے گئے تو حضرت ابوبکرؓ بھی مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکل پڑے۔ جب آپ بَرْکُ الْغِمَاد کے مقام پر پہنچے تو آپ کو قارہ قبیلے کا سردار ابن الدغنہ ملا۔ اس نے پوچھا کہ اے ابوبکر! آپ کا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس پر

THOMPSON & CO SOLICITORS
New Office in Morden
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality, Conveyancing, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings, Wills & Probate, Criminal Litigation.
Contact: Anas A. Khan, John Thompson, Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panel) **& David Wilson.**
Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel: 020 8767 5005
Branch Office: 14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040
Morden Branch: 164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697
Mobile: 07702896350 -- 24hrs Crime Line: 07533667921

ابوبکرؓ نے کہا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ اس لئے اب میں نے ارادہ کیا ہے کہ اللہ کی زمین میں کہیں نکل جاؤں اور آزاد ہوکر اپنے رب کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا کہ تمہارے جیسے شخص کو نہ تو خود مکہ سے نکلنا چاہئے اور نہ لوگوں کو چاہئے کہ وہ نکالیں۔ تم بھولی ہوئی نیکیوں پر عمل کرنے والے ہو اور رحمی رشتے داروں سے حسنِ سلوک کرتے ہو اور بے بسوں کے بوجھ اٹھاتے ہو اور مہمان نوازی کرتے ہو اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرتے ہو۔ پس میں تمہیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ واپس لوٹ جاؤ اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کرو۔ حضرت ابوبکرؓ واپس آ گئے۔ ابن الدغنہ بھی آپ کے ساتھ ہی ہولیا۔ رات کے وقت قریش کے رؤوساء کے پاس جا کر ابن الدغنہ نے کہا۔ ابوبکرؓ جیسے لوگ نہ تو خود نکلتے ہیں اور نہ ہی انہیں نکالا جاتا ہے۔ کیا تم ایسی اعلیٰ اور نیک صفات والے شخص کو نکالتے ہو؟ قریش نے ابن الدغنہ کی پناہ کا انکار نہ کیا۔ انہوں نے اسے کہا کہ ابوبکرؓ کو کہہ دو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرلیا کرے اور وہاں نماز ادا کرلیا کرے اور جو چاہے پڑھ لیا کرے لیکن اس کے ذریعہ سے ہمیں تکلیف نہ پہنچائے اور نہ اس کا اظہار اونچی آواز سے کرے۔ کیونکہ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنے میں نہ ڈال دے۔ ابن الدغنہ نے یہ سب باتیں حضرت ابوبکرؓ کو بتائیں تو آپ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرنے لگے۔ اور نماز کے وقت آواز اونچی نہ رکھتے اور اپنے گھر کے سوا کہیں اور قرآن نہ پڑھتے۔ پھر آپ کے ذہن میں ایک خیال آیا اور آپ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد تعمیر کی جہاں آپ نماز ادا کرتے تھے اور قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے تھے۔ اس وقت مشرکین کی عورتیں اور ان کے بچے جھانکتے اور حضرت ابوبکرؓ کو دیکھتے تو بہت زیادہ متأثر ہوتے۔ حضرت ابوبکرؓ بہت زیادہ رونے والے تھے اور قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے وقت اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھتے تھے۔ ان کے آنسو بہنے شروع ہو جاتے تھے۔ قریش کے رؤوساء اس بات سے بہت زیادہ گھبرا گئے۔ تو انہوں نے اپنا ایک پیغامبر ابن الدغنہ کی طرف بھیجا۔ جب وہ آیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اس شرط پر ابوبکرؓ کو تمہاری پناہ میں رہنے دیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں اپنے ربّ کی عبادت کرے گا۔ لیکن اس نے اس سے تجاوز کیا ہے اور اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد تعمیر کرلی ہے اور بلند آواز سے وہاں نماز ادا کرتے اور قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور ہمیں اس بات کا خوف ہوا کہ کہیں وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو آزمائش میں نہ ڈال دے۔ پس تو ان سے پوچھ کہ وہ کیا تمہاری پناہ سے انکار کرتا ہے۔ کیونکہ ہم نے تو اس بات کو ناپسند کیا کہ ہم تجھ سے بدعہدی کریں اور نہ ہی ہم ابوبکرؓ کو علی الاعلان عبادت کی اجازت دے سکتے ہیں۔ (حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ) ابن الدغنہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا (اور کہا) جس بات کا مَیں نے آپ سے معاہدہ کیا تھا یا اس پر قائم رہو یا میری ذمہ داری مجھے سونپ دو۔ کیونکہ یہ مجھے گوارا نہیں کہ عرب کے لوگ یہ بات سنیں کہ میرے ساتھ اس شخص کی وجہ سے بدعہدی کی گئی ہے جس کے ساتھ مَیں نے معاہدہ کیا ہوا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ مَیں تمہاری امان تمہیں واپس کرتا ہوں اور اللہ بزرگ و برتر کی امان کو پسند کرتا ہوں۔

(تلخیص از بخاری۔ کتاب مناقب الانصار۔ باب هجرة النبیؐ واصحابه الی المدینة......الخ)

اس کے بعد قریش نے حضرت ابوبکرؓ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں مگر وہ ایک مضبوط چٹان کی طرح اپنی جگہ قائم رہے۔ روایت میں آتا ہے کہ کفار نے حضرت ابوبکرؓ کو بہت مارا پیٹا۔ آپ کے سر اور داڑھی سے پکڑ کر اس قدر آپ کو کھینچا جاتا تھا کہ آپ کے اکثر بال گر گئے۔ تو یہ ظلم روا رکھا گیا لیکن آپ نے صبر کیا''۔

(السیرة الحلبیة۔ جلد 1 باب استخفاءهؐ واصحابه فی دار الارقم بن ابی ارقم صفحہ 41۔ دار الکتب العلمیة۔ بیروت۔ 2002ء)

مجھے یاد آیا کہ یہی حال پاکستان میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تم لوگ نمازیں نہیں پڑھ سکتے۔ ہمارے کمزور لوگوں کو نمازیں پڑھ کے ورغلا لوگے، بہکا لوگے کہ تم لوگ بھی اپنے آپ کو مسلمانوں کی طرح ظاہر کر رہے ہو۔ اسی لئے یہ قانون پاس ہوا ہے۔ اور تو اور، کل ایک جگہ بلکہ دو جگہ سے یہ خبر بھی آئی ہے، پاکستان میں اخبار میں بھی چھپ گئی ہے کہ غیر احمدی مولویوں نے یہ رپورٹ پولیس میں درج کروا دی کہ احمدی قربانی کی عید پہ قربانی کرتے ہیں اور یہ تو اسلامی شعار میں داخل ہے اس لئے ان کو اس سے روکا جائے، ہمارے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ تو یہاں تک یہ پہنچ گئے ہیں۔ پولیس کا بھی یہ حال ہے کہ پولیس نے احمدیوں کو بلایا اور ان کو وارننگ دی کہ اگر قربانی کرنی ہے تو چاردیواری کے اندر ہوگی۔ باہر ذرا سا بھی کوئی اظہار نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ تمہیں یہ قربانی کرنے کا کوئی حق نہیں اور مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کا بھی تمہیں حق نہیں۔ حالانکہ جب پتہ کیا گیا تو پتہ لگا کہ وہ احمدی تو پہلے ہی قربانیاں اپنے گھر میں کرتے ہیں بلکہ سوائے کسی اپنے بہت قریبیوں کے اظہار بھی نہیں کرتے کہ ہم نے قربانی کی ہے۔ لیکن بہرحال انہوں نے ایک فساد پھیلانا تھا اور پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی بہانہ ان کے ہاتھ آتا رہے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔ اب یہ ایک عورت کا بھی صبر اور استقامت کا عجیب واقعہ ہے۔ حضرت امّ شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب اسلام قبول کیا تو قریش کی عورتوں کو مخفی طور پر اسلام کی تبلیغ کرنے لگیں۔ قریش کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ ہم تجھے تیرے قبیلے کے پاس لے جائیں گے۔ پھر انہوں نے حضرت امّ شریک کو اونٹ کی ننگی پیٹھ پر سوار کیا اور کہتی ہیں تین دن تک نہ مجھے پانی پینے کو دیا اور نہ ہی کھانے کو دیا تو آپ کی یہ حالت ہوگئی کہ حواس برقرار نہ رہے۔ پھر وہ لوگ ایک جگہ اترے۔ خود تو وہ لوگ سائے دار جگہ میں بیٹھے اور اُن کو دھوپ میں باندھ دیا۔ حضرت امّ شریکؓ فرماتی ہیں کہ اسی حالت میں مَیں نے ایک پانی کا برتن دیکھا۔ مَیں اس میں سے تھوڑا سا پانی پیتی تو وہ مجھ سے دور ہو جاتا۔ پھر مَیں اس کو پکڑ کر کچھ پیتی پھر وہ مجھ سے دور ہو جاتا اور یہ کافی دفعہ ہوتا رہا یہاں تک کہ مَیں سیر ہوگئی۔ اچھی طرح پانی پی کے تسلی ہوگئی۔ حضرت امّ شریکؓ نے باقی ماندہ پانی اپنے جسم پر اور کپڑوں پر پھینک لیا۔ جب وہ لوگ اٹھے اور انہوں نے پانی کے آثار اور آپ کی اچھی حالت دیکھی تو انہوں نے یہ کہا کہ تُو نے رسّیاں وغیرہ کھول کر ہمارے پانی میں سے پیا ہے۔ حضرت امّ شریکؓ نے جواباً انہیں کہا کہ نہیں اللہ کی قسم! مَیں نے ایسا ہرگز نہیں کیا۔ آپ نے سارا واقعہ ان لوگوں کو سنایا تو اس پر انہوں نے کہا کہ اگر تو ایسا ہے جیسا تو بیان کرتی ہے تو تمہارا دین سچا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے پانی کے مشکیزوں میں دیکھا تو وہاں اتنا پانی تھا جتنا انہوں نے چھوڑا تھا۔ اسی بات پر وہ لوگ اسلام بھی لے آئے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة۔ جلد 8۔ کتاب النساء ''فیمن عرف الکنیة من النساء حرف الشین ''ام شریک'' صفحہ 417-418۔ دار الکتب العلمیة بیروت۔ 2005ء)

تو یہ بھی ایک عجیب نظارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کا اجر اسی وقت دیا۔ تین دن کی بھوک پیاس کو اپنے اس پیار کے انداز میں مٹایا اور خود انتظام فرما دیا۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابو فُکَیہؓ، یہ بنوعبدالدار کے غلام تھے، جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو وہ لوگ آپ کو تکلیفیں دیتے تھے تاکہ اسلام سے پھر جائیں۔ مگر آپؓ انکار کر دیا کرتے تھے۔ بنوعبدالدار سخت گرمی میں دوپہر کے وقت آپ کے کپڑے اتار کر اور لوہے میں جکڑ کر کھڑا کر دیتے تھے۔ پھر ایک چٹان لا کر آپ کی پشت پر رکھ دیتے تھے۔ اس اذیت کی وجہ سے آپ کے حواس گم ہو جاتے تھے۔ لیکن یہ نہیں ہوا کہ اپنے صبر واستقامت میں انہوں نے لغزش آنے دی ہو۔ (الاستیعاب جلد 4۔ کتاب الکنیٰ۔ باب الفاء ''ابوفکیه''۔ صفحہ 293۔ دار الکتب العلمیة۔ بیروت 2002ء)

حضرت بلالؓ کا واقعہ ہم سنتے رہتے ہیں۔ امیہ بن خلف کے حبشی غلام تھے۔ امیہ ان کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت باہر لے جاتا اور زمین پر لٹا دیتا اور بڑے بڑے پتھر ان کے سینے پر رکھ کر کہتا۔ لات اور عزّٰی کی پرستش کر اور محمد کا انکار کر۔ ورنہ اسی طرح عذاب دے کر مار دوں گا۔ بلالؓ کہتے اَحد اَحد کہ اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے۔ ایک روز حضرت ابوبکر نے ان پر یہ جور و ستم دیکھا تو امیہ بن خلف کو ایک غلام دے کر اس کے بدلے میں حضرت بلال کو خرید کر آزاد کر دیا۔ (السیرة لابن هشام۔ ذکر عدوان المشرکین علی المستضعفین ممن اسلم...... صفحہ 235۔ دار الکتب العلمیة۔ بیروت 2001ء)

پھر روایات میں ایک مثال حضرت خبابؓ کی بھی آتی ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک دفعہ حضرت خبابؓ ان کی مجلس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حضرت خبابؓ کو بلا کر اپنی خاص مسند پر بٹھایا اور فرمایا کہ خبابؓ! آپ اس لائق ہیں کہ میرے ساتھ اس مسند پر بیٹھیں۔ مَیں نے نہیں دیکھا کہ آپ سے بڑھ کر اس جگہ میرے ساتھ بیٹھنے کا کوئی مستحق ہو سوائے بلال کے۔ اُنہوں نے کہا اے امیر المومنین! بے شک بلالؓ بھی حقدار ہیں لیکن بلال کو مشرکین کے ظلم سے بچانے والے موجود تھے۔ لیکن میرا تو کوئی بھی نہیں تھا جو مجھے ان کے ظلم سے بچاتا۔ ایک دن مجھ پر ایسا بھی آیا کہ مجھے کافروں نے پکڑ لیا اور آگ جلا کر مجھے اس میں جھونک دیا۔ پھر ان میں سے ایک نے میرے سینے پر پاؤں رکھ دیا۔ پھر آپ نے کپڑا اٹھایا۔ حضرت عمرؓ کو اپنی پشت دکھائی تو وہاں جِلد پر جلنے کی وجہ سے (کھال جلنے کی وجہ سے اور چربی جلنے کی وجہ سے) سفید لکیروں کے نشانات تھے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد۔ جزء 3۔ صفحہ 88۔ الطبقة الاولیٰ علی السابقة فی الاسلام ''خباب بن الارت''۔ دار احیاء التراث العربی۔ بیروت 1996ء)

حضرت خبابؓ بن ارت لوہار تھے اور تلواریں بنایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تالیفِ قلب کے لئے ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ اس بات کا پتہ ان کی مالکن اُمّ انمار کو لگ گیا۔ وہ ایک لوہا گرم کر کے آپ کے سر پر رکھ دیا کرتی تھی۔ حضرت خبابؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر کیا۔ آپ نے دعا کی: اَللّٰهُمَّ انْصُرْ خَبَابًا۔ اے اللہ! خباب کی مدد فرما۔ اس کے نتیجے میں آپ کی مالکہ اُمّ انمار کو سر میں ایک تکلیف لاحق ہوگئی جس سے وہ کتوں کی طرح چیخنے لگتی تھی۔ اور اس کا علاج وہاں کے جو حکیم تھے انہوں نے یہ بتایا کہ لوہا گرم کر کے اس کے سر پر رکھو۔ حضرت خباب کہتے ہیں کہ مَیں پھر اس کے سر کو گرم لوہے سے داغا کرتا تھا''۔

(اسد الغابة۔ جلد اول۔ خباب بن الارت۔ صفحہ 675۔ دار الفکر۔ بیروت۔ 2003ء)

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

اللہ تعالیٰ نے اس طرح بھی بدلہ لیا اور صبر کا اس طرح انتقام لیا۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو آزمائش میں دیکھا جبکہ وہ ولید بن مغیرہ کی پناہ میں صبح وشام امن میں رہتے تھے۔ تو انہوں نے سوچا کہ اللہ کی قسم ایک مشرک شخص کی پناہ میں میرا صبح وشام بسر کرنا یقیناً میرے نفس کی کسی بڑی خرابی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ میرے ساتھی اور دینی بھائی تو اللہ تعالیٰ کی خاطر مصائب اور تکالیف کو برداشت کر رہے ہیں۔ اس پر آپ ولید بن مغیرہ کی طرف نکلے اور اسے کہا کہ اے ابوعبدالشّمس! تمہاری پناہ پوری ہوگئی۔ میں تمہاری پناہ واپس کرتا ہوں۔ اس نے پوچھا اے میرے بھائی کے بیٹے! کیوں؟ کیا میری قوم میں سے کسی نے تمہیں تکلیف پہنچائی ہے؟ آپ نے کہا نہیں۔ لیکن مَیں اللہ کی پناہ کو پسند کرتا ہوں۔ اور مَیں اس کے علاوہ کسی اور کی پناہ میں نہیں آنا چاہتا۔ ولید نے کہا کہ تم مسجد میں میرے ساتھ چلو یعنی کعبہ میں اور جس طرح مَیں نے تمہیں اعلانیہ طور پر پناہ دی تھی اسی طرح تم بھی اعلانیہ طور پر میری پناہ مجھے واپس لوٹا دو۔ حضرت عثمان بن مظعون کہتے ہیں کہ ہم مسجد پہنچے اور ولید نے کہا کہ یہ عثمان ہے اور میری امان مجھے لوٹانے آیا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا۔ اس نے سچ کہا ہے۔ مَیں نے اسے امان کو پورا کرنے والا اور معزز پایا ہے۔ لیکن میں اللہ کے علاوہ کسی اور کی پناہ میں آنا نہیں چاہتا۔ اس لئے میں نے اس کی امان اسے لوٹا دی ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ چلے گئے۔ لبید بن ربیعہ ایک مجلس میں قریش کے لوگوں کو اپنے اشعار سنا رہا تھا۔ حضرت عثمانؓ بن مظعون بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے، جب لبید نے یہ کہا کہ

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٗ

یعنی اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔ جس پر حضرت عثمان بن مظعون نے کہا تم نے سچ کہا۔ پھر لبید نے کہا

وَکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مَحَالَۃَ زَائِلٗ

اور ہر نعمت لامحالہ ختم ہونے والی ہے۔ اس پر حضرت عثمانؓ بن مظعون نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ جنت کی نعمت کبھی زائل نہیں ہوگی۔

لبید بن ربیعہ نے کہا کہ اے قریش کے گروہ! تم میں سے کوئی بھی کبھی مجھے تکلیف نہیں دیتا تھا۔ یہ طریق تم میں کب سے شروع ہوگیا ہے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ یہ شخص اپنے ساتھیوں سمیت ایک بیوقوف ہے جس نے ہمارے دین سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ اس لئے تُو اس کی بات سے اپنے دل میں کوئی برا نہ محسوس کر۔ حضرت عثمانؓ نے اس کا جواب دیا یہاں تک کہ معاملہ بڑھ گیا اور ایک شخص کھڑا ہوا اور آپ کی آنکھ پر مُکّا مارا اُس کی وجہ سے آپ کی آنکھ باہر نکل آئی۔ ولید بن مغیرہ پاس بیٹھا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا اللہ کی قسم! اے میرے بھائی کے بیٹے! اگر تُو ایک روک والی امان میں ہوتا تو تیری آنکھ کو جو صدمہ پہنچا ہے اس سے وہ صحیح سلامت رہتی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! میری درست آنکھ بھی اسی سلوک کی محتاج ہے جو اس کی ساتھی کے ساتھ ہوا ہے۔ اور اے ابوعبدالشّمس! یقیناً میں اس ذات کی پناہ میں ہوں جو تم سے زیادہ معزز ہے اور زیادہ قادر ہے۔ ولید بن مغیرہ نے اسے کہا کہ آؤ میرے بھائی کے بیٹے اگر تم چاہو تو میری پناہ میں واپس آسکتے ہو۔ لیکن حضرت عثمان نے انکار کر دیا۔

(السیرۃ لابن ہشام۔ قصّۃ عثمان بن مظعون فی ردّ جوار الولید۔ صفحہ 269۔ مطبوعہ بیروت۔ ایڈیشن 2001ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشق ومحبت اور صبر کے نئے زاویے صحابہ کو دیئے۔ واقعہ رجیع میں جن صحابہ کو قید کیا گیا تھا ان میں سے ایک حضرت زید بن دثنہ بھی تھے۔ صفوان بن امیہ نے ان کو خریدا تھا تا کہ اپنے باپ کے بدلے ان کو قتل کر سکے۔ جب حضرت زید کو قتل کرنے کے لئے تنعیم لے جایا گیا تو وہاں ابوسفیان نے کہا اے زید! مَیں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تو یہ پسند نہیں کرے گا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیری جگہ یہاں قتل کئے جائیں اور تو اپنے گھر والوں میں ہو۔ حضرت زید نے جواب دیا اللہ کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ جہاں پر وہ اس وقت ہیں کوئی کانٹا چبھے اور میں اپنے گھر والوں میں بیٹھا ہوا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتے ہیں ایسی محبت میں نے کسی کو کسی شخص سے کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(اسدالغابۃ۔ جلد 2 صفحہ 147 ”زید بن دثنۃ“۔ دارالفکر۔ بیروت 2003ء)

پھر اس زمانے کی جو مائیں تھیں وہ کس طرح اپنے بچوں کو صبر کی اور حوصلہ کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جس دن حضرت عبداللہؓ بن زبیر شہید کئے گئے اُس روز وہ اپنی والدہ کے پاس تشریف لائے۔ والدہ نے حضرت زبیر سے کہا کہ اے میرے بیٹے! قتل کے خوف سے ہرگز کوئی ایسی شرط قبول نہ کر لینا جس میں تمہیں ذلت برداشت کرنی پڑے۔ اللہ کی قسم! عزت کے ساتھ تلوار کھا کر مر جانا اس سے بہتر ہے کہ ذلت کے ساتھ کوڑے کی مار برداشت کر لی جائے۔

(اسدالغابۃ۔ جلد 3۔ صفحہ 139۔ ”عبداللہؓ بن زبیر“۔ دارالفکر بیروت 2003ء)

اس روایت سے ماں کے عزم اور غیرتِ ایمانی کا بھی پتہ چلتا ہے جنہوں نے اپنے بیٹے کو یہ تلقین کی کہ کبھی ایمان میں کمزوری نہ دکھانا۔ قربانیوں اور صبر کے یہ عجیب نمونے ہیں جو ہمیں اسلام کی تاریخ میں عورتوں اور مردوں، نوجوانوں اور بوڑھوں ہر جگہ میں نظر آتے ہیں۔ ان نمونوں کو بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں خود سبقت کر کے ہرگز تلوار نہیں اٹھائی۔ بلکہ ایک زمانہ دراز تک کفار کے ہاتھ سے دُکھ اٹھایا۔ اور اس قدر صبر کیا جو ہر ایک انسان کا کام نہیں اور ایسا ہی آپ کے اصحاب بھی اسی اعلیٰ اصول کے پابند رہے اور جیسا کہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ دُکھ اٹھاؤ اور صبر کرو۔ ایسا ہی انہوں نے صدق اور صبر دکھایا۔ وہ پیروں کے نیچے کچلے گئے انہوں نے دَم نہ مارا۔ ان کے بچے ان کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔ وہ آگ اور پانی کے ذریعے سے عذاب دیئے گئے مگر وہ شر کے مقابلے سے ایسے باز رہے کہ گویا وہ شیر خوار بچے ہیں۔ کون ثابت کر سکتا ہے کہ دنیا میں تمام نبیوں کی امتوں میں سے کسی ایک نے بھی باوجود قدرتِ انتقام ہونے کے خدا کا حکم سن کر ایسا اپنے تئیں عاجز اور مقابلہ سے دستکش بنا لیا جیسا کہ انہوں نے بنایا؟ کس کے پاس اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا میں کوئی اور بھی ایسا گروہ ہوا ہے جو باوجود بہادری اور جماعت اور قوتِ بازو اور طاقتِ مقابلہ اور پائے جانے تمام لوازم مردی اور مردانگی کے پھر خونخوار دشمن کی ایذاء اور زخم رسانی پر تیرہ برس تک برابر صبر کرتا رہا؟ ہمارے سید ومولیٰ اور آپ کے صحابہ کا یہ صبر کسی مجبوری سے نہیں تھا بلکہ اس صبر کے زمانے میں بھی آپ کے جانثار صحابہ کے وہی ہاتھ اور بازو تھے جو جہاد کے حکم کے بعد انہوں نے دکھائے۔ اور بسا اوقات ایک ہزار جوان نے مخالف کے ایک لاکھ سپاہی نبرد آزما کو شکست دے دی۔ ایسا ہوا تا لوگوں کو معلوم ہو کہ جو مکہ میں دشمنوں کی خونریزیوں پر صبر کیا گیا تھا اُس کا باعث کوئی بزدلی اور کمزوری نہیں تھی بلکہ خدا کا حکم سن کر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ اور بکریوں اور بھیڑوں کی طرح ذبح ہونے کو تیار ہو گئے تھے۔ بے شک ایسا صبر انسانی طاقت سے باہر ہے اور گو ہم تمام دنیا اور تمام نبیوں کی تاریخ پڑھ جائیں تب بھی ہم کسی امت میں اور کسی نبی کے گروہ میں یہ اخلاقِ فاضلہ نہیں پاتے اور اگر پہلوں میں سے کسی کے صبر کا قصہ بھی ہم سنتے ہیں تو فی الفور دل میں گزرتا ہے کہ قرائن اس بات کو ممکن سمجھتے ہیں کہ اس صبر کا موجب دراصل بزدلی اور عدمِ قدرت انتقام ہو۔ مگر یہ بات کہ ایک گروہ جو درحقیقت سپاہیانہ ہنر اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور بہادر اور قوی دل کا مالک ہو اور پھر وہ دُکھ دیا جائے اور اس کے بچے قتل کئے جائیں اور اس کو نیزوں سے زخمی کیا جائے مگر پھر بھی وہ بدی کا مقابلہ نہ کرے۔ یہ وہ مردانہ صفت ہے جو کامل طور پر یعنی تیرہ برس برابر ہمارے نبی کریم اور آپ کے صحابہؓ سے ظہور میں آئی ہے۔ اس قسم کا صبر جس میں ہر دم سخت بلاؤں کا سامنا تھا جس کا سلسلہ تیرہ برس کی دراز مدت تک لمبا تھا درحقیقت بے نظیر ہے۔ اور اگر کسی کو اس میں شک ہو تو ہمیں بتلاوے کہ گزشتہ راستبازوں میں سے اس قسم کے صبر کی نظیر کہاں ہے؟“۔

فرمایا: ”اور اس جگہ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس قدر ظلم جو صحابہ پر کیا گیا ایسے ظلم کے وقت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے کوئی تدبیر بچنے کی ان کو نہیں بتلائی بلکہ بار بار یہی کہا کہ ان تمام دکھوں پر صبر کرو اور اگر کسی نے مقابلہ کے لئے کچھ عرض کیا تو اس کو روک دیا اور فرمایا کہ مجھے صبر کا حکم ہے۔ غرض ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبر کی تاکید فرماتے رہے جب تک کہ آسمان سے حکمِ مقابلہ آ گیا۔ اب اس قسم کے صبر کی نظیر تم تمام اول اور آخر کے لوگوں میں تلاش کرو پھر اگر ممکن ہو تو اس کا نمونہ حضرت موسیٰ کی قوم میں سے یا حضرت عیسیٰ کے حواریوں میں سے دستیاب کر کے ہمیں بتلاؤ“۔

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ روحانی خزائن۔ جلد 17۔ صفحہ 10-11)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہمیشہ صبر اور استقامت دکھانے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ خاص طور پر ان جگہوں پر، ان ممالک میں، پاکستان میں اور بعض اور جگہوں پر جہاں احمدیوں پر بڑی سختیاں کی جارہی ہیں، ان کا جینا دوبھر کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صبر اور استقامت عطا فرمائے اور ان کے دشمنوں کی بھی اپنی خاص قدرت دکھاتے ہوئے پکڑ کے سامان پیدا فرمائے۔ ہمارا ہر عمل خدا تعالیٰ کی رضا کو جذب کرنے والا ہو اور ہم اس کے فضلوں کے وارث بنتے چلے جائیں۔

مسلوب الغضب بن جاؤ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”ایسا نہ ہو کہ تمہارا اس وقت کا غصّہ کوئی خرابی پیدا کر دے جس سے سارا سلسلہ بدنام ہو یا کوئی مقدمہ بنے جس سے سب کو تشویش ہو۔ سب نبیوں کو گالیاں دی گئی ہیں۔ یہ انبیاء کا ورثہ ہے۔ ہم اس سے کیونکر محروم رہ سکتے تھے۔ ایسے بن جاؤ کہ گویا مسلوب الغضب ہو۔ تم کو گویا غضب کے قویٰ ہی نہیں دیئے گئے۔

دیکھو اگر کچھ بھی تاریکی کا حصہ ہے تو نُور نہیں آئے گا۔ نُور اور ظلمت جمع نہیں ہو سکتے۔ جب نُور آجائے گا تو ظلمت نہیں رہے گی۔ تم اپنے سارے قویٰ کو پورے طور سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگا دو۔ جو جو کمی کسی قوت میں ہو اُسے اس پان والے کی طرح جو گندے پان تلاش کر کے پھینک دیتا ہے اپنی گندی عادات کو نکال پھینکو اور سارے اعضاء کی اصلاح کر لو۔ یہ نہ ہو کہ نیکی کرو اور نیکی میں بدی ملا دو۔ توبہ کرتے رہو۔ استغفار کرو۔ دعا سے ہر وقت کام لو“۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 104-105۔ جدید ایڈیشن)

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مخالفین
اور غیرت الٰہی کے عبرتناک نظارے

(فضل الٰہی انوری۔ جرمنی)

(آٹھویں اور آخری قسط)

امیر حبیب اللہ خان کا اپنا انجام

اب وہ دو اشخاص باقی رہ گئے تھے جو کابل کی سرزمین پر کھیلے جانے والے اس ظلم کے اصل محرک تھے یعنی جن کے حکم اور ایما پر یہ داستان ظلم وستم دوہرائی گئی۔ ان میں سے پہلا شخص امیر حبیب اللہ خان والی افغانستان تھا جس کے سر پر اس بزرگ ہستی نے جس کے خون سے اس ظالم نے اپنے ہاتھ رنگے، بادشاہت کا تاج رکھا تھا۔

چنانچہ وہ دن جلد آن پہنچا جب وہ بدقسمت امیر نہ صرف اپنے تاج وتخت سے محروم ہو گیا بلکہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ یہ سب کچھ کیسے ہوا، یہ بھی ایک عبرت انگیز داستان ہے۔ ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

امیر حبیب اللہ خان اپنی طاقت کے نشے میں چُور اور اپنی عاقبت سے بالکل لاپروا، اس واقعہ کے چند سال بعد سیر وسیاحت اور شکار کی غرض سے اپنے ہی ملک کے ایک نہایت پُر فضا اور سرسبز وشاداب علاقہ جلال آباد میں گیا۔ اس کا بھائی سردار نصر اللہ خان اور اس کے درباری ایک کثیر لشکر کے ساتھ اس کے ہمراہ تھے۔ وہاں (جلال آباد) کے قریب شاہی شکار گاہ 'گلہ گوش' میں جا کر اس لشکر نے ڈیرے ڈال دئے۔ بادشاہ کا خیمہ عین وسط میں لگایا گیا۔ اس کے اردگرد درجنوں دوسرے خیمے درباریوں کے نصب تھے۔ دوسری طرف فوج کا ایک چاق وچوبند اور مستعد دستہ اس کی حفاظت پر مامور تھا۔ بادشاہ کو وہم وگمان بھی نہ تھا کہ فرشتہ ٔ اجل اس کی تاک میں ہے۔ مگر جب وہ رات اپنی ملکہ کے ہمراہ محو استراحت تھا تو کسی نامعلوم شخص نے اس کے خیمہ میں داخل ہو کر اس کا کام تمام کر دیا۔ قاتل نے جس کے بارہ میں اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کون تھا، اس کی کنپٹی کو اپنے پستول کا نشانہ بنا کر اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ اور وہ قاتل کس طرح ان تمام حفاظتی اقدامات کے باوجود بادشاہ کے خیمہ میں پہنچ گیا، آج تک معلوم نہیں ہو سکا۔

سردار نصر اللہ خان پر خدا کے غضب کا نزول

اب آخر پر بتایا جاتا ہے کہ سردار نصر اللہ خان کس طرح خدا کے غضب کی چکی میں آ کر ہلاک ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ امیر حبیب اللہ خان کے قتل ہو جانے کے بعد جبکہ درباریوں کا ایک بہت بڑا حصہ، نیز شاہزادگان اور فوج کا ایک حصہ ابھی جلال آباد میں ہی تھا، اس نے اپنی تخت نشینی کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ جلال آباد میں موجود تمام سرداران قوم سے اس نے عہد اطاعت لینا شروع کر دیا۔

اِدھر جب حبیب اللہ خان کے بیٹے امان اللہ خان کو جو کابل میں تھا اور کابل کا گورنر تھا، پتہ چلا کہ اس کے چچا نے اس کا حق چھین کر اقتدار پر قبضہ کر لیا ہے تو اس نے اپنی ماں سے مشورہ کر کے کابل میں موجود تمام فوجی افسروں اور شہر کے رؤسا کو اکٹھا کیا اور انہیں اعتماد میں لے کر ان کے یقین دلانے پر کہ وہ سب اس کے ساتھ ہیں اور اس کی حمایت میں جانوں پر کھیلنے کیلئے تیار ہیں، اس نے ان سے وفاداری کا حلف لیا اور اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ یہ اعلان کرنے کے بعد اس نے پہلا حکم یہ جاری کیا کہ سردار نصر اللہ خان کو گرفتار کر کے پابہ جولاں اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

اس حکم پر فوری عمل کیا گیا۔ چنانچہ سردار نصر اللہ خان کو بھاری بیڑیاں اور ہتھکڑیاں پہنا کر زبردست فوجی پہرے میں کابل لایا گیا۔ خدا تعالیٰ کا بھی عجیب انتقام ہوتا ہے۔ وہی سردار نصر اللہ خان جس نے کچھ عرصہ پہلے شہید مرحوم کو ازراہ ظلم بیڑیاں اور زنجیریں پہنائی تھیں، اب خود اس ظلم کی پاداش میں وہی سزا بھگت رہا تھا۔ جب اسے اس حالت میں امیر امان اللہ خان کے سامنے پیش کیا گیا تو اسے اَور بھی ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ اسے ملک وقوم کا غدار قرار دیا گیا اور پھر اسے شاہی قلعہ ''ارک شاہی'' میں محبوس کر دیا گیا۔ گویا اسے اس سے بھی بدتر تنگ وتاریک، متعفن اور بدبودار کوٹھڑی نصیب ہوئی جو اس نے شہید مرحوم کیلئے تجویز کی تھی۔ سردار نصر اللہ خان ان پے درپے صدمات کی تاب نہ لا کر اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا جس پر اسے بالآخر قتل کر دیا گیا۔ اس کی لاش کہاں گئی یا اسے کہاں پھینکا گیا، اس بارہ میں کسی کو کچھ معلوم نہیں۔ اس کی بیوی اور دو بیٹے پہلے ہی خدا کی قہری تقدیر کا نشانہ بن چکے تھے۔ تو یہ ہے معصوموں پر ظلم وستم کرنے والوں کا انجام۔ کاش اس سے کوئی عبرت حاصل کرے۔

امیر امان اللہ خان، والیٔ افغانستان، کا زوال

امیر حبیب اللہ خان والی افغانستان کے قتل ہو جانے کے بعد اس کا بیٹا امیر امان اللہ خان ملک کا سربراہ بنا۔ تخت نشین ہوتے ہی غالباً اس نے اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے برسرعام یہ اعلان کیا کہ آئندہ مذہب کے بارہ میں ہر کسی کو آزادی ہوگی۔ کوئی جو چاہے عقیدہ رکھے اور اس پر عمل کرے اور اس کی اشاعت کرے۔ اس اعتبار سے اس نے گویا اپنے ملک میں مکمل مذہبی آزادی کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان کا مغربی ممالک بشمول ہندوستان نے پُرزور خیر مقدم کیا گیا اور اس پر زوردار اداریئے لکھے۔

جب حضرت امام جماعت احمدیہ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے قادیان کے مدرسہ احمدیہ میں تعلیم پانے والے ایک افغانی طالب علم مولوی نعمت اللہ کو فوراً افغانستان بھجوایا مگر تاکید فرمائی کہ جب تک حکومت افغانستان کی طرف سے انہیں اس بات کی تحریری گارنٹی نہ مل جائے کہ وہ بطور احمدی مبلغ ملک میں رہ سکتے اور اپنے عقیدہ کی تبلیغ کر سکتے ہیں، وہ اپنا کام صرف افغانستان کے احمدیوں کی تعلیم وتربیت تک محدود رکھیں۔

دوسری جانب آپ نے محمود طرزی صاحب وزیر خارجہ افغانستان کی طرف جو حکومت ہند سے بعض امور پر گفت وشنید کی غرض سے آئے تھے، بمقام منصوری جماعت کا ایک وفد بھجوایا تا کہ مذہبی آزادی سے متعلق اخبارات میں شائع ہونے والے اعلانات کے بارے میں مزید تسلی کر لی جائے اور یہ دریافت کر لیا جائے کہ آیا اس اعلان میں جماعت احمدیہ میں شامل ہے اور یہ کہ افغانستان میں بسنے والے احمدیوں کی جان ومال کا پورا تحفظ کیا جائے گا۔

سردار محمود طرزی نے اس وفد کا خیر مقدم کیا اور اسے یقین دلایا کہ جو پہلے ہو چکا، وہ ہو چکا۔ آئندہ افغانستان کے احمدی باشندے بھی اپنے عقائد اور ان کی اشاعت میں اسی طرح آزاد ہوں گے جیسا کہ دوسرے فرقے۔ اس پر حضرت امام جماعت احمدیہؓ نے مولوی نعمت اللہ صاحب کو ہدایت فرمائی کہ وہ وزیر خارجہ سردار محمود طرزی کے واپس افغانستان پہنچنے پر ان سے مل کر خود بھی اس بات کی تصدیق کر لیں کہ جماعت احمدیہ کے بمقام منصوری ملنے والے وفد سے کئے گئے ان کے وعدہ میں کسی قسم کا ابہام نہیں۔ ان کے ملنے پر سردار صاحب موصوف نے انہیں اپنے عقائد کے اظہار اور تبلیغ میں مکمل آزادی کا یقین دلایا۔

تاہم مزید احتیاط کی خاطر حضرت امام جماعت احمدیہؓ نے وزیر خارجہ موصوف کو ایک خط لکھا جس میں آپ نے بمقام منصوری بھجوائے جانے والے اپنے وفد کے حوالے سے ان امور کی تصدیق کرانی چاہی۔ وزیر موصوف کی طرف سے جو جواب آپ کو بزبان فارسی موصول ہوا، اس کا خلاصہ حسب ذیل تھا:

'جماعت احمدیہ کے جو افراد افغانستان کے باشندے ہیں، ان کی جان و مال اور عزت کی ذمہ واری حکومت افغانستان پر اسی طرح ہے جس طرح دوسرے باشندوں کی اور یہ کہ حکومت اپنی اس ذمہ واری کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہونے دے گی، وغیرہ۔ آخر میں لکھا کہ یہ جواب اعلیٰ حضرت، شاہ افغانستان، کے علم اور مشورہ سے لکھا جا رہا ہے اس قدر پے درپے یقین دہانیوں کے بعد اس امر کا امکان نہیں تھا کہ ایک مسلمان کہلانے والی حکومت اپنے ان تمام زبانی اور تحریری وعدوں سے منحرف ہو کر اسی ظلم وستم کا ارتکاب کرے گی جو اس سے قبل اس سرزمین پر ڈھایا گیا۔ مگر ہوا یہ کہ امان اللہ خان کو تخت حکومت پر بیٹھے ابھی چند سال ہی ہوئے تھے کہ ملک کے جنوبی علاقہ میں بسنے والی منگل قوم نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس کے سدباب کی راہیں تلاش کرنے کیلئے امیر امان اللہ خان نے علماء اور رؤساء مملکت کی ایک بہت بڑے پیمانے پر کانفرنس طلب کی۔ اس میں عبداللہ نامی ایک درباری جو درباری ملاؤں میں سب سے زیادہ شوریدہ سر، زبان دراز اور عوام میں ''ملاں شور بازار'' اور ''ملائے لنگ'' کے ناموں سے جانا اور پہچانا جاتا تھا، نے بادشاہ کو علی الاعلان یہ مشورہ دیا کہ اگر وہ چند احمدیوں کو سنگسار کرا دے تو اس کے خلاف اٹھنے والی اس بغاوت کو دبایا جا سکتا ہے۔ دنیوی جاہ وحشمت کے دلدادہ امیر کو یہ مشورہ پسند آیا۔ چنانچہ اس نے مولوی نعمت اللہ صاحب کو گرفتار کر کے پہلے انہیں کئی دنوں تک قید وبند میں رکھا اور پھر انہیں سنگسار کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ اس کے چند ماہ بعد دو اَور افغانی احمدیوں کو جن میں ایک کا نام قاری نور علی تھا اور دوسرے کا نام مولوی عبدالحلیم تھا، بھی گرفتار کر لیا گیا اور انہیں بھی اسی طرح اذیتیں دینے کے بعد سنگسار کر دیا گیا۔

مولوی نعمت اللہ صاحب کی شہادت 31/اگست 1924ء کو ہوئی۔ اس کے قریباً چھ ماہ بعد بتاریخ 21/فروری 1925ء قاری نور علی صاحب اور مولوی عبدالحلیم صاحب کو بھی سنگسار کر کے شہید کر دیا گیا۔

جب امیر امان اللہ خان تین معصوم احمدیوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے کے بعد بظاہر مطمئن ہو گیا اور اس نے سوچا کہ اس کی حکومت کی جڑیں مضبوط ہو گئی ہیں تو وہ اپنے مصاحبوں، درباریوں اور اہل خاندان کو لے کر یورپ کے سفر پر چل پڑا۔ یورپ میں اس کا شاندار استقبال ہوا۔ شاہ مصر، شاہ ایران، ملکہ معظّمہ انگلستان، مصطفیٰ کمال اتاترک اور شاہ روم کی طرف سے اس کے اعزاز میں بڑے بڑے استقبالئے دیئے گئے اور اس کی شان میں قصیدے پڑھے گئے۔ مگر انہی تقریبات اور قصائد میں اس کے زوال کی بنیادیں رکھی جا رہی تھیں۔ وہ اس طرح ہوا کہ اس نے اپنے ملک میں واپس لَوٹنے پر یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کی طاقت اور ترقی کا راز مغرب کی تقلید کرنے میں ہے، اپنے درباریوں کو ساتھ ملا کر ''اصلاحات'' کے نام پر تبدیلیاں کرنی شروع کر دیں۔ مثلاً اس نے مردوں کو داڑھی منڈوانے، عورتوں کو پردہ اتار کر مغربی لباس زیب تن کرنے اور سکولوں میں دینی نصاب کو ختم کر کے غیر اسلامی نصاب پڑھانے کے احکام جاری کر دئے۔ ان میں لڑکیوں کی جبری تعلیم بھی شامل تھی۔ اس سلسلہ میں وہ سب سے پہلے اپنی ملکہ ثریا کو بے پردہ کر کے اور اسے مغربی لباس پہنا کر پبلک کے سامنے لے آیا۔ مگر اس کے ملک کے لوگ ان تبدیلیوں کے لئے تیار نہ تھے۔ چنانچہ ''اصلاحات'' کے نام پر کی گئی ان تبدیلیوں کے نتیجے میں اس کے خلاف ملک کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس میں زیادہ تر دخل پیروں، فقیروں اور ان مُلّاؤں کا تھا جو یہ سمجھے کہ بادشاہ ان کا اثر ورسوخ ختم کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے گاؤں گاؤں جا کر یہ پراپیگنڈا کرنا شروع کر دیا کہ بادشاہ درپردہ عیسائی ہو چکا ہے اور ملک میں اسلامی شریعت کی بجائے مغربی تہذیب وتمدن لانا چاہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قبیلوں کے قبیلے بادشاہ سے متنفر ہو گئے۔

باقاعدہ بغاوت کا آغاز 24/نومبر 1928ء کو ہوا۔ تاہم اس میں تیزی اُس وقت پیدا ہوئی جب مُلّاؤں نے جو اِس پراپیگنڈا کی تہ میں تھے، ایک ایسے ڈاکو کو ساتھ ملا لیا جو کسی وقت شاہی محل میں رہ چکا تھا اور جو اَب ڈاکوؤں کا سردار بن چکا تھا۔ بچہ سقہ کے نام سے جانے اور پہچانے جانے والے اس شخص کی حمایت میں چلائی جانے والی ملاؤں کی یہ مہم اتنی تیزی سے آگے بڑھی کہ بادشاہ امان اللہ خان کے چھکے چھوٹ گئے اور اس نے اپنی جان بچانے کیلئے ملک سے بھاگ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ وہ اپنی ملکہ اور بچوں کو لے کر پہلے قندھار پہنچا۔ وہاں سے غزنی اور غزنی سے قلات اور چمن سے ہوتے ہوئے براستہ ہندا ٹلی جا پہنچا۔

امان اللہ کابل سے کیا گیا، وہ اپنی نسل تک کو تاج و تخت سے محروم کر گیا۔ چنانچہ اس کے کابل سے فرار ہو جانے کے بعد بچہ سقہ عملاً ملک کا بادشاہ بن چکا تھا۔ گویا جس اقتدار کی خاطر امیر امان اللہ خان نے تین مظلوم اور معصوم احمدیوں کی جانوں کو قربان کرنے سے دریغ نہ کیا تھا، اب اس کے ہاتھوں سے ہمیشہ کے لئے کھو چکا تھا۔ اور اس کے بعد اسے یا اس کے خاندان کے کسی فرد کو افغانستان واپس آنے کی توفیق نہ ملی۔ پھر اسی بیکسی اور بے بسی کی زندگی گزارتے ہوئے اور ناکامی اور نامرادی کا داغ لئے بالآخر وہ 3/اپریل 1960ء کو جبکہ وہ سوئٹزرلینڈ میں تھا، فوت ہو کر احکم الحاکمین خدا کے حضور حاضر ہو گیا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ امان اللہ خان کو کابل سے نکلنے اور بادشاہت سے یوں محروم ہونے کے بعد اچھی طرح احساس ہو گیا کہ یہ سب کچھ اس ظلم کی پاداش میں اس پر وارد ہوا ہے جو اس نے تین معصوم احمدیوں پر ڈھایا تھا۔ چنانچہ اسے اٹلی پہنچے ابھی تھوڑے دن ہی ہوئے تھے کہ اس کے ایک ہمسفر درباری نے جماعت احمدیہ کے اُس وقت کے امام (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کو ایک خط لکھا کہ ''ہماری مجالس میں بار بار یہ ذکر آیا ہے کہ یہ جو کچھ ہماری ذلت ہوئی ہے وہ اس ظلم کی وجہ سے ہوئی جو ہم نے احمدیوں پر ڈھایا تھا۔ اب جبکہ ہمیں یہ سزا مل چکی ہے تو امید ہے آپ ہمارے لئے بددعا نہ

کریں گے‘‘۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل قادیان۔مورخہ21 مئی1947ء)

مُلاّئے شور بازار کا انجام

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، مولوی نعمت اللہ صاحب اور باقی دونوں احمدیوں کی شہادت کی طرح ڈالنے والا ایک درباری مُلّا عبداللہ نامی تھا جو اپنی شوریدہ سری ، بیباکی اور زبان درازی کی وجہ سے دوسرے سب ملاؤں سے بڑھا ہوا تھا اور ’’ملائے شور بازار‘‘ (اس علاقے کا رہائشی ہونے کی وجہ سے) کے نام سے مشہور تھا۔ اسی نے امیر امان اللہ خان کو مشورہ دیا تھا کہ اگر تخت بچانا چاہتے ہو تو دوچار احمدیوں کو سنگسار کرادو۔ خدا نے بھی اس سے اس کی اِس سنگ دلی کا خوب خوب بدلہ لیا۔ اس کی تقریب اس طرح پیدا ہوئی کہ مولوی نعمت اللہ صاحب اور دیگر دونوں احمدیوں کی شہادت کے تھوڑا عرصہ بعد ہی بادشاہ کا یہ منہ چڑھا درباری ملا کسی وجہ سے بادشاہ کے زیرِ عتاب آگیا جس پر اسے گرفتار کرلیا گیا اور حکم ہوا کہ اسے توپ کے دہانے سے باندھ کراڑا دیا جائے۔ اس شاہی حکم پر عمل درآمد ہوا اور وہی ملا جس کی آواز جب دربار میں اُٹھتی تھی تو ایک سناٹا سا طاری ہو جاتا تھا، اب یوں خاموش ہوگئی کہ نہ وہ آواز باقی رہی اور نہ وہ جسم جس سے وہ آواز نکلتی تھی۔ بلکہ اس جسم کی ہڈی، پسلی تک کا نام ونشان باقی نہ رہا‘۔

قاضی عبدالرحمٰن کا انجام

دوسرا شخص جو خدا کی قہری تجلی کا نشانہ بنا وہ وہ بدنصیب قاضی تھا جو قاضی عبدالرحمٰن نامی وہ شخص تھا جو امیر امان اللہ کے دورِ حکومت میں کابل کا قاضی القضاۃ بنا۔ اسی نے اپنے پیشرو کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے پہلے احمدی مبلغ نعمت اللہ شہید اور دیگر دونوں شہداء پر رجم کا فتویٰ صادر کیا تھا۔ اس کا حشر ملاں شور بازار سے بھی بدتر ہوا۔ اور وہ اس طرح پر کہ امیر امان اللہ خان کے ملک سے فرار ہونے کے بعد اس کے تخت پر قابض ہونے والے شخص بچہ سقہ نے اسے گرفتار کر کے پہلے اس کی اعضا بریدگی کا حکم دیا۔ یعنی ہزار ہا لوگوں کے مجمع کے سامنے ایک ایک کر کے اس کے اعضا کاٹے گئے۔ جوں جوں اس کے اعضا کٹتے جا رہے تھے، اس کی چیخیں آسمان تک پہنچ رہی تھیں۔ اور جب اس کے سارے اعضا کٹ چکے تو اس کی کھال اتار دی گئی اور پھر اس کی لاش کو گڑھے میں پھینک کر اسے ہمیشہ کے لئے معدوم کردیا گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!

(بحوالہ ”شہیدان راہ وفا“۔صفحہ 138 تا 152،نیز صفحہ 160 تا 165)

یہ وہ عبرت کی داستانیں ہیں جو تاریخ کے صفحات پر رقم کی جاچکی ہیں اور جو احمدیت کے مخالفین کو رہتی دنیا تک درس عبرت دیتی رہیں گی۔ عبرت کے یہ واقعات ان سربراہانِ حکومت کے لئے بھی ایک بہت بڑا انتباہ ہیں جن کے ملکوں میں اور جن کے زیرِ حکومت احمدیوں پر ظلم وتشدد کیا جارہا ہے۔ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ وہ شاہان جو اس ظلم وتشدد کا باعث بنے، وہ نہ صرف اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے بلکہ ان کے شاہی خاندان بھی ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ نیز ان واقعات میں دشمنانِ احمدیت کے لئے بھی عبرت کے اسباق ہیں جو احمدیوں کی زندگیوں سے کھیل کر یا ان پر دائرہ حیات تنگ کر کے سمجھتے ہیں کہ وہ انہیں احمدیت چھوڑنے پر مجبور کرسکیں گے۔ انہیں بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وہ اپنی عاقبت تو خراب کرہی رہے ہیں، ان کی طرف سے کھیلا جانے والا بربریت کا ہر کھیل احمدیوں کو اپنے ایمان میں زیادہ مضبوط اور خدا اور اس کے دین کی خاطر اپنا تن من دھن قربان کرنے کے جذبہ سے پہلے سے کہیں بڑھ کر سرشار کرتا چلا جا رہا ہے۔ شہیدانِ لاہور کی زندگیوں کے حالات ہی دیکھ لیں۔ کتنے صبر اور کتنی جرأت ایمانی کے ساتھ دعائیں پڑھتے ہوئے وہ اپنے خدا کے حضور پیش ہوگئے۔ پھر اس شہید ہونے والے بچے کا شوق شہادت بھی دیکھیں جس کے نانا اور دادا اس سے قبل شہید ہو چکے تھے۔ جب وہ چھوٹا تھا اور اس سے پوچھا گیا کہ تم بڑے ہوکر کیا بنو گے تو اس کا سنہری حروف سے لکھا جانے والا جواب یہ تھا کہ مَیں اپنے دادا اور نانا کی طرح شہید بنوں گا۔

یہاں اس مناسبت سے احمدیت کے ایک جلیل القدر فرزند، حضرت سر محمد ظفر اللہ خانؓ کی مثال پیش کی جاتی ہے کہ جب انہیں 1924ء میں جبکہ وہ انگلستان میں تھے، کابل میں شہید کئے جانے والے احمدی مولوی نعمت اللہ صاحب کے بارہ میں معلوم ہوا کہ اس نوجوان نے کس کمال جرأت اور جذبہ ٔفدائیت کے ساتھ اپنی جان سنگساری کے لئے پیش کردی اور ذرہ بھر اپنے ایمان سے متزلزل نہ ہوا، نہ ہی ظالم بادشاہ سے اپنی زندگی کی بھیک مانگی تو انہوں نے خلیفہ ٔوقت کی خدمت میں لکھا کہ وہ بھی اپنا وجود اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے پیش کرتے ہیں۔ ان کے خط کا متن جو آج تک سلسلہ کی تاریخ میں محفوظ چلا آرہا ہے، ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

’’ 6 Chesham Place - Belgravia

S.W.1 London.

مورخہ 24-10-3

سیدنا و امامنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میری زندگی آج تک ایسی ہی گذری ہے کہ سوائے اندوہ وندامت کے اور کچھ حاصل نہیں۔ مَیں اکثر غور کرتا ہوں کہ یہ بھی کیسی زندگی ہے کہ سوائے روزی کمانے کے کسی اَور کام کی فرصت نہ ملے اور دنیا کے دھندوں میں پھنسا انسان طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا رہے۔ آج جو ایک خوش قسمت کے محبوب حقیقی کے ساتھ وصال کی خبر آئی تو جہاں دل میں ایک شدید درد پیدا ہوا، وہاں یہ بھی تحریک ہوئی کہ تمہارے لئے یہ موقع ہے کہ اپنی ناکارہ زندگی کو کسی کام میں لاؤ اور اپنے تئیں افغانستان کی سرزمین میں حق کی خدمت کے لئے پیش کرو۔ پھر مَیں اچانک رُکا کہ کیا یہ محض میرے نفس کی خواہش نمائش تو نہیں کہ اس یقین پر کہ مجھے نہیں بھیجا جائے گا، اپنے تئیں پیش کرتا ہے۔ اور مَیں نے اپنے ذہن میں ان مصائب اور مشکلات کا اندازہ کِیا جو اس رستہ میں پیش آئیں گی اور اپنے تئیں سمجھایا کہ فوری شہادت ایک ایسی سعادت ہے جو ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی اور کیا تم محض اس لئے اپنے تئیں پیش کرتے ہو کہ جاتے ہی شہادت کا درجہ حاصل کرو اور دنیا کے افکار سے نجات حاصل کرو یا تمہارے اندر یہ ہمت ہے کہ ایک لمبا عرصہ زندہ رہ کر ہر روز اللہ تعالیٰ کے رستہ میں جان دو اور متواتر شہادت سے منہ نہ موڑو۔ حضور انور، مَیں کمزور ہوں، سست ہوں، آرام طلب ہوں۔ لیکن غور کے بعد میرے نفس نے یہی جواب دیا ہے کہ مَیں نمائش کے لئے نہیں، فوری شہادت کے لئے نہیں، دنیا کے افکار سے نجات کے لئے نہیں بلکہ اپنے گناہوں کے لئے توبہ کا موقعہ میسر کرنے کے لئے، اپنی عاقبت کے لئے ذخیرہ جمع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنے تئیں اس خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اگر مجھ جیسے گنہگار سے اللہ تعالیٰ یہ خدمت لے اور مجھے یہ توفیق عطا فرمائے کہ مَیں اپنی زندگی کے بقیہ ایام اس کی رضا کے حصول میں صَرف کردوں تو اس سے بڑھ کر مَیں کسی نعمت اور کسی خوشی کا طلبگار نہیں۔

حضور مَیں مضمون نویس نہیں اور حضور کی بارگاہ میں تو نہ زبان یاری دیتی ہے نہ قلم جیسے کسی نے کہا ہے:

بے زبانی ترجمانِ شوقِ بے حد ہو تو ہو
ورنہ پیش یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں

اس لئے اسی پر بس کرتا ہوں کہ مَیں جس وقت حضور حکم فرماویں، افغانستان کے لئے روانہ ہونے کو تیار ہوں اور فقط حضور کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلبگار ہوں۔

والسلام، حضور کا ادنیٰ ترین خادم۔ خاکسار ظفر اللہ‘‘

خاکسار علی وجہ البصیرت کہتا ہے کہ بلا شبہ ہر احمدی کا دل اپنے بھائیوں کی شہادت کا سن کر اسی قسم کے جذبات سے پُر ہو جاتا ہے کہ کاش اسے بھی اپنے مولا کی راہ میں شہادت نصیب ہو۔ جس قوم نے دین کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والے ایسے جاں نثار پیدا کئے ہوں، اس قوم کو کون مٹا سکتا ہے؟

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَار

✡✡✡✡✡✡

غزل

روزِ ازل سے ہے یہاں موت و فنا کا سلسلہ
سنتے ہیں اُس جہاں میں ہے جاری بقا کا سلسلہ

کڑیاں بہم ہیں دور تک ماضی سے یہ ملی ہوئیں
مولیٰ بہت طویل ہے میری وفا کا سلسلہ

دنیا کی ساری نعمتیں سامنے اس کے ہیچ ہیں
مولا ہمیں تو چاہئے تیری رضا کا سلسلہ

سنتے تھے آندھیوں میں نہ کوئی چراغ جل سکا
یاں تو دیئے جلا گیا تیز ہوا کا سلسلہ

کم یا زیادہ سب پہ ہی اس کے تصرفات ہیں
آتا نظر ہے ہر کہیں نفس و انا کا سلسلہ

اس کے بغیر رونقِ شہر میں اک کمی سی ہے
ہو گا بحال کب تلک پھر وہ ندا کا سلسلہ

فصلِ بہارِ گل بھی ہو نغمۂ عندلیب بھی
قائم رہے چمن میں یہ رنگ و نوا کا سلسلہ

گزرے جو امتحان سے ہوتے گئے ہیں معتبر
بنتا گیا کسوٹیاں کرب و بلا کا سلسلہ

مکر و فریب و شور و شر اعداء کے ہے خمیر میں
اپنے لئے نیا نہیں جور و جفا کا سلسلہ

جانے نجات کب تلک شر سے یہ قوم پائے گی
چلتا رہے گا تا بہ کے اُس کی سزا کا سلسلہ

دی یہ صدا شہید نے میری عروس سے کہو
میرے لہو سے مل گیا اس کی حنا کا سلسلہ

دنیا میں پہلی سانس سے آخری وقت تک رہا
میری طلب کا سلسلہ ، اُس کی عطا کا سلسلہ

دامن نہ اس کا چھوڑنا رشتہ نہ اُس سے توڑنا
آئے گا کام حشر تک جس کی دعا کا سلسلہ

نیچا دکھائے شیر کو گرگ کی کیا مجال ہے
کون اسے مٹا سکے جو ہے خدا کا سلسلہ

کیسا عظیم سانحہ ہم پہ گزر گیا مگر
آتا کہیں نظر نہیں آہ و بکا کا سلسلہ

((صاحبزادی) امۃ القدوس بیگم)

الفضل انٹرنیشنل میں
اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو فروغ دیں۔
(مینیجر)

شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

(ترتیب و پیشکش : محمد اعظم اکسیرؔ)

کربلا کل اور آج

حضرت امام حسینؓ کے قافلہ میں شامل معصوم بچوں، خواتین اور نیک سرشت جوانوں کے قدم چھونے سے پہلے کربلا واقعی اسم بامسمیٰ تھی۔ دریائے فرات کے کنارے بغداد سے قریباً سو کلومیٹر دور عراق کی یہ بستی ایک چٹیل و بے آباد ویرانہ کے سوا کچھ بھی نہ تھی۔ مگر آج چھ لاکھ سے متجاوز آبادی پر مشتمل یہاں ایک مرجع خلائق شہر آباد ہے۔ پوری طرح سرسبز وشاداب، حسین ودلکش عمارات، کھلے بازار، پلاسٹک و پیتل کی انڈسٹریاں، عبائیں قالین اور کڑھائی کے کام۔ سو سے زائد مساجد، درجنوں کالجز، سکول، مدارس اور یونیورسٹی سے دینی و دنیاوی علوم کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اسلامی دنیا میں مکہ و مدینہ کے بعد مشہور ترین مقامات میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ شہرت کا اصل سبب حضرت امام حسینؓ اور حضرت عباسؓ کے مزار ہیں جن کے طلائی گنبد اور بلند میناروں سے شہر کی عظمت و رونق دوبالا ہورہی ہے۔ اسلامی کیلنڈر کے ماہِ محرم الحرام کی آمد پر ہر سال دنیا بھر میں کربلا کا ذکر بڑی کثرت سے فضا میں گونجتا ہے۔ دنیا بھر سے قریباً 20 لاکھ افراد ہر سال زیارت کیلئے آتے ہیں۔

مختصر پس منظر

کربلا کی وجہِ شہرت تاریخ اسلامی پر لگا ایک بدترین سیاہ داغ ہے۔ ایک انتہائی پاکیزہ، گہوارۂ امن وسکون اسلامی انقلاب آنحضرت ﷺ کے مبارک وجود کے ساتھ برپا ہوا پھر وصال مبارک کے بعد آہستہ آہستہ مخالفین اسلام و معاندین کے بھڑکانے سے چند دبی چنگاریاں پھیلنے لگیں اور اپنے عروج کو پہنچ کر بھڑک اٹھیں تو کربلا کہلائیں۔ ایک ہی بزرگ عبدالمطلب کے گیارہ بیٹے تھے۔ ابولہب۔ ضرار۔ عباس۔ زبیر۔ عبداللہ۔ حارث۔ جمل۔ ابوطالب۔ مقوم۔ قشم۔ غیداق۔ ان کے آگے بچے بھی کثرت سے ہوئے جیسے حضرت عباسؓ کے دس بچے تھے۔ اس طرح بڑی کثرت سے اولاد و نسل پھیلی۔ حضرت عبداللہ کے فرزند تھے محبوب خدا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ابوطالب کی اولاد سے ایک صاحبزادہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرت عقیل وغیرہم۔

حارث کے فرزند ابوسفیان کی اولاد معاویہ اور زیاد جن کے ہاں زیادہ لعنت کمانے والے بیٹے ہوئے یعنی معاویہ کے ہاں یزید اور زیاد کے ہاں عبیداللہ (ابن زیاد)۔

دبی چنگاریوں سے بھڑکتی آگ دیکھ کر تاریخ پڑھنے والوں کا ذہن بنو ہاشم اور بنو امیہ کی طرف جاتا ہے۔ بدقسمتی سے نامعلوم خاندانی رنجشیں، قبائلی عصبیّتیں اور معاندین کی ریشہ دوانیاں تھیں جو بھیانک صورت اختیار کر گئیں۔ ان سب کے بڑوں میں تو معجزانہ طور پر ایک ہاتھ پر جمع ہوجانے سے اتحاد و یگانگت نے جنم لیا۔ پھر غالباً نیتیں خراب نہ ہونے کے باوجود متنوع سوچوں، دلخراش حوادث اور خوابیدہ نفاق و مفاد پرستی نے ایک بہت بڑا دھماکہ کردیا جس کے مہلک اثرات نے تاریخ عالم کو ہلا کے رکھ دیا۔ یہ اثرات صدیوں بعد بھی کم ہوتے دکھائی نہیں دیتے۔ اسی قیامت خیز دھماکہ کو ہم واقعہ کربلا کے نام سے جانتے اور بیان کرتے ہیں۔

معاویہ کا عہدِ امارت 41ھ تا 60ھ

قرونِ اولیٰ کا سب سے گھمبیر متنازع عہد حکومت اگر کسی باپ بیٹے کا معلوم کرنا ہو تو بلاشبہ وہ معاویہ اور یزید کا ہے۔ امیر معاویہ سے پہلے قریب کے واقعات سے آگاہ لوگ بآسانی جان سکتے ہیں کہ معاویہ اپنے بعد کے لئے کتنے فکرمند ہوں گے۔ حاکم کوفہ مغیرہ بن شعبہ نے 50ھ میں مشورہ دیا کہ اپنے بعد حالات درست رکھنا ہیں تو شاہی طرز پر اپنے بیٹے یزید کو ولیعہد نامزد کردیں اور اس کے حق میں تمام صوبہ جات سے عہد اطاعت و وفاداری کا اہتمام فرمائیں۔ اسی تجویز کو پسند کرتے ہوئے جناب معاویہ نے چند عملی قدم اٹھائے :

1: اپنی فہم و دانش اور تجربے کے مطابق یزید کی "تربیت" شروع کردی۔

2: تمام صوبہ جات میں عہد اطاعت کیلئے فضا ہموار کرنے کے پیغامات بھیجے۔

3: دمشق میں ایک خاص مشاورتی میٹنگ بلائی جس میں ہر صوبہ کا وفد مدعو تھا۔ اعتماد میں لینے کیلئے بات شروع تھی۔ جب مدینہ سے آئے ہوئے نمائندہ محمد بن عمرو بن حزم مخاطب ہوئے تو انہوں نے کہا: اپنے فیصلہ کے متعلق قیامت کے روز آپ ہی جوابدہ ہوں گے۔ ہم تو اس فیصلہ کے بہرحال پابند ہوں گے۔ ایک معروف معتمد بزرگ ضحاک بن قیس نے بڑے جوش وخروش سے تجویز کی حمایت کی۔ مصر سے آئے نمائندے احنف بن قیس خاموش تھے۔ پوچھنے پر کہنے لگے: جھوٹ بولوں تو خدا سے ڈرتا ہوں۔ سچ بولوں تو آپ سے ڈرتا ہوں!! اس مشاورتی میٹنگ کے بعد مجموعی طور پر فضا ہموار ہوگئی۔

4: صوبہ حجاز یعنی مکہ و مدینہ کی طرف سے امیر معاویہ مطمئن نہ تھے اس لئے اگلے سال 51ھ میں حج پر جانے سے پہلے مدینہ تشریف لے گئے جہاں کے پانچ بڑوں سے سفارتی سطح پر رابطہ کرچکے تھے لیکن معاویہ کے مدینہ پہنچنے سے پہلے وہ بڑے لوگ مکہ چلے گئے تھے۔

5: مکہ پہنچ کر امیر معاویہ نے ان بڑوں کو مدعو کیا اور اعتماد میں لینا چاہا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ جس پر سارے متفق ہوجائیں گے میں بھی تسلیم کرلوں گا۔ تاہم دیگر بڑوں یعنی عبداللہؓ بن عباس۔ عبداللہؓ بن زبیر۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور حضرت امام حسینؓ سمیت سب نے عبداللہؓ بن زبیر کو اپنا نمائندہ بنالیا اور انہوں نے اپنی گفتگو میں بہت صاف کہا کہ تین باتیں ہیں :

i: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر اس معاملہ کو آزاد چھوڑ دیں۔

ii: حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نمونہ پر غیر رشتہ دار کسی موزوں مومن کو نامزد کردیں۔

iii: حضرت عمرؓ کے نمونہ پر کمیٹی بنادیں جس کے اراکین غیر جانبدار ہوں۔

اس طرح تمام اہم لیڈروں اور اشخاص سے مذاکرات کے بعد جناب معاویہ نے سیاسی چال کے طور پر یہ بات پھیلا دی کہ گویا سب مان گئے ہیں۔ البتہ یزید کو کچھ خاص نصائح بطور وصیت کیں کہ:

i: عبداللہؓ بن عمر کی طرف سے مطمئن رہنا۔ وہ عبادت گزار انسان عبادت میں مگن رہتے ہیں ان سے کوئی خطرہ نہیں۔

ii: عبداللہؓ بن زبیر لومڑ کی طرح ہے یہ ہتھے چڑھ جائے تو اسے قتل کرادینا۔

iii: حسینؓ ابن علی رضی اللہ عنہ پر غالب آؤ تو انہیں قتل نہ کرنا اور قرابت داری کا خیال کرنا۔

یزید کے عہد حکومت کا آغاز

معاویہ کی وفات پر یزید نے حسب نامزدگی و وصیت اقتدار سنبھالا تو عہد اطاعت و وفاداری کا فرمان جاری کردیا۔ اہل شام نے فوراً بیعت کرلی۔ عامل مدینہ ولید بن عتبہ کو پیغام بھیجا کہ مدینہ کے اکابرین سے بیعت لیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مشیر مروان بن الحکم کو بلالیا اور ان کے مشورہ سے:-

1: حضرت امام حسینؓ کو بلایا۔ آپ اصل معاملہ بھانپ گئے اور ولید سے مل کر وفاتِ معاویہ پر اظہار افسوس کے بعد کہا کہ میرا اس طرح الگ تھلگ آکر بیعت کرنا مناسب نہیں۔ بیعت کروں گا تو سرعام کھل کر کروں گا اس لئے کل تک مہلت چاہئے جو دے دی گئی۔ مروان بن الحکم نے کہا یہ سخت غلطی ہے اب مہلت دی ہے تو کبھی قابو نہیں پاسکو گے۔

2: عبداللہؓ بن زبیر کو علم ہوا تو انہوں نے رات تک کی مہلت لی اور عامل سے ملے بغیر رات ہی کو مدینہ سے مکہ کیلئے روانہ ہوگئے۔ صبح علم ہوا تو موجودہ اور سابق عاملان مدینہ ولید بن عتبہ اور مروان بن الحکم خاص دستہ لے کر تعاقب کیلئے پیچھے گئے مگر شام تک تلاش میں ناکامی کے بعد واپس مدینہ آگئے۔

اسی دوران اکابرین کے حسب مشورہ امام حسینؓ بھی دوسرے روز 27 رجب 60ھ بمطابق 3 مئی 680ء اپنے اہل خانہ سمیت کل 21 افراد لے کر مکہ روانہ ہوگئے۔ عبداللہؓ بن زبیر نے اپنا قیام بیت اللہ میں کرلیا اور امام حسینؓ شعب ابی طالب چلے گئے۔ یہ 3 شعبان بمطابق 9 مئی بروز جمعہ کا دن تھا۔ دونوں مکہ میں اکٹھے پہنچے۔

چند دن بعد عبداللہؓ بن عمر اور عبداللہؓ بن عباس بھی مکہ روانہ ہوگئے۔ ذوالحجہ کے آغاز تک قیام مکہ کے دوران اہل کوفہ نے یہ علم ہونے پر کہ امام حسین مدینہ چھوڑ کر مکہ تشریف لے گئے ہیں، مکہ میں آپؓ کو ہزاروں کی تعداد میں خطوط لکھ کر پرزور استدعا کی کہ آپ کوفہ تشریف لے آئیں ہم سب آپ کے وفادار و جانثار موجود و منتظر ہیں۔

کوفہ میں ہلچل

کوفہ معروف طور پر حضرت علیؓ کا عقیدتمند اور حامی تھا۔ یہاں کے عامل نعمان بن بشیر بڑے تحمل سے کام کرنے والے تمام صورت حال کے ذمہ دار تھے۔ کوفہ شہر میں بھی بڑی بڑی بلند قامت شخصیات تھیں۔ یزید کی تخت نشینی کے ساتھ ساتھ خبریں پہنچیں کہ امام حسینؓ مدینہ سے ہجرت کرکے مکہ تشریف لے گئے ہیں۔ ان حالات میں :

1: معروف بااثر لیڈر سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر بڑے لوگ جمع ہوئے جن میں ہانی بن عروہ، رقاطہ بن شداد۔ مسیّب بن ناجیہ شامل ہیں۔ قرارداد پاس کی گئی جو مکتوب کی صورت میں حضرت امام حسین کی خدمت میں مکّہ بھیج دی گئی۔ مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم تمام اہلِ کوفہ آپ کے والد ماجد کے وفادار و جانثار اب آپ کو پوری حمایت کا یقین دلاتے ہیں یہاں تشریف لایئے لاکھوں جانثار بیعت کریں گے۔ ہم فقط آپ کو عالم اسلام کا واحد خلیفہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ ہی اس کے مستحق ہیں۔ یہ مکتوب لے کر قیس اور عبدالرحمٰن مکہ روانہ ہوگئے۔

2: پھر بات عام ہوئی تو لوگوں نے دھڑا دھڑ خطوط لکھنے شروع کئے۔ عبداللہ بن سلع ہمزانی نے بہت جذباتی خط لکھ کر کوفہ آنے کی اپیل کی۔ عبداللہ بن وال نے نعمان بن بشیر کو بھگا دینے کے علاوہ بھرپور حمایت کا یقین دلایا۔ ایسے خطوط مجموعی طور پر 12000 سے بھی زائد ہوگئے جن کا مضمون یہی تھا کہ کوفہ کی زمین سرسبز ہے۔ پھل پک چکے ہیں لشکر تیار ہے جلد تشریف لایئے۔

3: دوسری طرف عامل کوفہ نعمان بن بشیر پر دباؤ بڑھ رہا تھا کہ قدم اٹھاؤ۔ حضرت امام حسینؓ نے اپنے چچازاد معتمد حضرت مسلم بن عقیل کو ان خطوط کے جواب میں کوفہ پہنچنے کا ارشاد فرمایا۔ وہ روانہ ہوئے مگر پہلے مدینہ گئے۔ وہاں سے دو گائیڈ ساتھ ہوئے مگر رستہ میں ہی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اس پر انہوں نے اپنی ہچکچاہٹ کا خط لکھا مگر امام کی طرف سے تاکید آنے پر سفر جاری رکھا اور کوفہ میں معروف بااثر لیڈر مختار بن ابوعبیدہ ثقفی کے ہاں اترے۔ بڑا عظیم الشان پرتپاک استقبال ہوا اور پہلے ہی دن ہزارہا نے بیعت کرلی جس پر انہوں نے امام حسینؓ کی خدمت میں پورے اطمینان کا خط لکھتے ہوئے فوراً کوفہ پہنچنے کی درخواست کی کہ بہترین سازگار فضا ہے لاکھوں کے بیعت کرنے کی توقع ہے۔ یہ خط عابس بن ابی شیبہ لے کر گئے جس میں لکھا تھا ایک لاکھ تلوار آپ کی نصرت کیلئے تیار ہے۔

4: مسلم بن عقیل کے پرجوش استقبال نے حالات کو یکسر بدل دیا۔ دوسری طرف سرکاری ایجنسیوں اور متعدد اہم شخصیات نے یزید کو اطلاعات اور رپورٹس بھیجیں کہ حالات قابو سے باہر ہورہے ہیں اور فوری نہ سنبھالا گیا تو صوبہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ یزید نے اپنے والد کے معتمد مشیر سرجون کو طلب کرکے مشورہ چاہا۔ اس نے کہا کہ کوفہ کو سنبھالنے کیلئے موزوں ترین آدمی عبیداللہ بن زیاد ہے جس کے والد زیاد بن ابی سفیان عامل کوفہ و بصرہ رہے ہیں اور خود ابن زیاد آج کل بصرہ کا عامل ہے۔ یزید ذاتی طور پر زیاد اور پھر ان کے بیٹے عبیداللہ کو پسند نہیں کرتا تھا مگر حالات کا تقاضا تھا کہ ایسا کرنا پڑا اور یزید نے ابن زیاد کے نام فرمان جاری کیا کہ بصرہ میں کسی کو نائب مقرر کرکے خود کوفہ پہنچو اور بگڑتی صورت حال کو سنبھالو۔ اس تمام بدلتی صورت حال کے ساتھ مکہ میں تمام عمائدین حضرت امام حسین کو کوفہ جانے سے روک رہے تھے جن میں حضرت عبداللہؓ بن عباس اور عبداللہؓ بن زبیر بھی شامل ہیں۔

ابن زیاد کی بصرہ سے کوفہ آمد

عبیداللہ بن زیادہ نے اپنے بھائی عثمان کو بصرہ میں نیابت سونپ دی اور اگلے روز روانگی کا پروگرام بنا لیا کہ رات کو اطلاع ملی کہ ایک قاصد امام حسینؓ کے خطوط بااثر شخصیات کے نام لایا ہے کہ کوفہ پہنچ کر امام حسین کی بیعت اور حمایت کرو۔ ابن زیاد کے خسر منذر بن جارود کی مخبری پر قاصد پکڑا گیا اور صبح ابن زیاد نے سب کو جمع کر کے پرزور تقریر کی کہ یہ قاصد پکڑا گیا ہے اور اس نے سب نام بتا دیئے ہیں جن کے نام خطوط آئے ہیں فی الحال میں ان سب کو معاف کرتا ہوں اور تنبیہ کرتا ہوں کہ یزید کی اطاعت سے مت نکلیں ورنہ وہ حال ہوگا جو ابھی اس قاصد کا تمہارے سامنے ہوگا۔ پھر اس قاصد کو بے دردی سے قتل کروادیا۔ اور خود حسب پروگرام کوفہ کیلئے روانہ ہوگیا۔

کوفہ میں فضا پوری طرح امام حسینؓ کیلئے چشم براہ تھی اور ہر فرد فوراً بیعت کرنے کیلئے پُرجوش۔ دوسری طرف عاملِ کوفہ نعمان بن بشیر بہت محتاط ہوکر گویا گورنر ہاؤس میں محصور تھے۔ ابن زیاد نے اپنا لشکر کوفہ سے باہر روک دیا اور خود حجازی لباس پہن کر داخل کوفہ ہوا۔ لوگ اسے امام حسین خیال کر کے پرجوش استقبال کرنے لگے۔ وہ سیدھا گورنر ہاؤس پہنچا جہاں بیرونی گیٹ بند کر کے عامل یعنی گورنر نعمان بن بشیر اپنے مصاحبین کے ساتھ چھت پر موجود سارے حالات کا جائزہ لے رہے تھے۔ اوپر سے ہی دستک سن کر مخاطب ہوا کہ:

اے ابن رسول اللہ! آپ بہت مقبول، بزرگ اور خدا رسیدہ انسان ہیں۔ خدارا ایک قائم ہوجانے والی حکومت کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں اور واپس چلے جائیں۔

ابن زیاد معاملہ سمجھ گیا اور حجازی عمامہ اتار کر بولا کہ گیٹ کھولو مَیں ہوں ابن زیاد! فوراً گیٹ کھلا اور ابن زیاد نے چارج سنبھال لیا۔ اور پوچھا کہ مسلم بن عقیل کہاں ہیں؟ اور جلد ہی بڑی حکمت سے معلوم کرلیا کہ وہ ابن زیاد کی آمد پر مختار ثقفی کے گھر سے ہانی بن عروہ کے بڑے گھر میں فروکش ہوگئے ہیں۔ ابن زیاد نے دراصل اپنے ایک معتمد معقل تمیمی کو سمجھا کر تین ہزار دراہم کی تھیلی دی کہ جاؤ اور ہانی بن عروہ کو جو اپنے محل سے باہر براجمان ہوگا کسی طرح لجاجت سے کہو کہ مَیں بصرہ سے آیا ہوں اور وہاں سے فلاں فلاں لیڈر بھی پہنچنے والے ہیں۔ مَیں یہ ہدیۂ عقیدت ہتھیاروں کی خرید کیلئے لایا ہوں اور مَیں فقط آنے والوں کی اطلاع حضرت مسلم تک پہنچانا چاہتا ہوں کیونکہ انہی کے پاس پہنچنے کی ہمیں امام حسینؓ کی طرف سے تاکید ہوئی ہے۔ ہانی اس چال میں آگئے اور حضرت مسلم سے ملا دیا۔ ازاں بعد ابن زیاد کے حکم پر ہانی لائے گئے جو حضرت مسلم کے متعلق بے خبری ظاہر کرنے لگے۔ تب معقل کو سامنے کردیا گیا اور ہانی شرمسار ہوئے اور گرفتار کر کے ایک کمرے میں بند کردیئے گئے۔ باہر شور مچ گیا کہ ہانی پکڑے اور قتل کردیئے گئے ہیں۔

یہ سن کر حضرت مسلم نے اپیل کی اور چار ہزار کا لشکر جمع ہوکر گورنر ہاؤس کی طرف بڑھا اور ابن زیاد کے خلاف لڑنے مرنے پر تیار ہوا۔ عبدالرحمٰن کندی، مسلم بن عوسجہ اور ابوتمام صائدی بڑے بڑے جتھوں کے ساتھ شامل ہوئے۔

ابن زیاد نے کثیر بن شہاب اور محمد بن اشعث کو اس لشکر میں پھوٹ ڈالنے اور اسے منتشر کرنے کا مشن سونپا اور وہ کامیاب رہے۔ چنانچہ لشکر تتر بتر ہوگیا اور جو چند باقی رہے وہ بھی مغرب کے وقت ادھر ادھر ہوگئے۔ مسلم تنہا ایک گلی میں چلے اور کندہ قبیلہ کی بوڑھی خاتون طوعہ نے دیکھا تو پانی پلا دیا اور گھر میں پناہ دی۔ اس بڑھیا کا بیٹا بلال آیا تو دیکھ کر پریشان ہوگیا کیونکہ باہر تو منادی ہورہی تھی کہ سب لوگ عشاء میں جمع ہوں اور حصین بن نمیر پولیس افسر گھر گھر تلاشی لے رہا ہے تاکہ مسلم کو پکڑے۔ بلال نے اپنے دوست عبدالرحمٰن ابن محمد بن اشعث کو بتایا اور یوں رپورٹ ہونے پر 50 کی نفری گرفتار کرنے آئی۔ حضرت مسلم نے تلوار سونت لی۔ محمد بن اشعث نے کہا کہ جان نہ گنوا بیٹھیں خود کو میری امان میں دے دیں۔ سپاہیوں نے گھیرے میں لے کر تلوار ان سے لے لی اور ابن زیاد کے سامنے پیش کردیا۔ جہاں ہانی کے ساتھ ہی قید کردیئے گئے۔ ابن زیاد کے ساتھ کافی گفتگو کے بعد واضح ہوگیا کہ قتل کردیئے جائیں گے اس لئے وصیت کی جس کا اہم حصہ امام حسینؓ کیلئے مکہ ہی رک جانے اور کوفہ نہ آنے کا پیغام تھا کہ اہل کوفہ نے بے وفائی اور عہد شکنی کر کے منہ مکمل طور پر موڑ لیا ہے۔

مسلم اور ہانی شہید کردیئے گئے۔ اور جس دن شہید کئے گئے وہی دن تھا یعنی 3 ذی الحجہ کہ مکہ سے امام حسین کوفہ کیلئے روانہ ہوئے۔

حضرت امام حسینؓ کا مکہ سے کربلا کا سفر

نامور شیعہ عالم و مؤرخ جناب ملا باقر مجلسی کی بہت مشہور کتاب ہے **جلاء العیون**۔ اس میں بڑی تفصیل کے ساتھ حضرت امام حسین کے بلند عزم و ارادہ پہاڑوں سے مضبوط شخصیت اور ایک ایک دن کی روداد درج ہے۔ آج ممکن ہے متعدد مقامات کے نام بھی تبدیل ہوگئے ہوں مگر واقعات کا استناد قائم رکھنے کیلئے 3 ذوالحجہ سے دس محرم الحرام تک کی گویا ایک ڈائری مدنظر رکھتے ہوئے مکّہ سے کربلا تک قریباً 900 کلومیٹر کا ایک مہینہ میں سفر اور 14 مقامات کا ذکر جہاں امام عالی مقام رکے، ٹھہرے یا قیلولہ کیا اور پھر اگلے مقام کی طرف بڑھتے گئے۔ یہ ذکر محض نمونہ کے طور پر ایک آدھ بات کرنے تک محدود ہے:

1: تنعیم : اس جگہ یمن کے عامل کے بھیجے ہوئے تحائف وغیرہ لے جانے والا قافلہ ملا۔ امام حسین کی رائے تھی کہ تحائف پر امام زمان کا حق ہے اور وہ یزید نہیں ہوسکتا۔ قافلہ پر تصرف ہوا اور اس قافلہ کے اونٹ وغیرہ اب قافلۂ حسینی کا حصہ بنے۔

اس جگہ مدینہ سے حضرت امام حسینؓ کے چچازاد عبداللہ بن جعفر کا خط لے کر ان کے بیٹے عون اور محمد بھی پہنچے۔ خط میں تھا کہ سفر کی جلدی نہ کریں۔ مَیں بھی آرہا ہوں۔ عبداللہ بن جعفر کے کہنے پر حاکم مدینہ عمرو بن سعید نے خط لکھ دیا کہ امام حسین مدینہ تشریف لے آئیں۔ حاکم کے بھائی یحییٰ اور عبداللہ بن جعفر بھی خط لے کر آن پہنچے اور بہت روکا کہ کوفہ جانے کی بجائے مدینہ چلیں مگر حضرت امام حسین نے اپنا ارادہ ترک نہیں فرمایا۔

عبداللہ بن جعفر روکنے سے ناکام ہوکر بادیدۂ اشکبار و بادلِ افگار واپس مدینہ جاتے ہوئے بیٹوں کو حضرت امام حسینؓ کا پورا ساتھ دینے کی تاکید کر گئے۔

2: ثعلبیہ : کوفہ کے بشیر بن غالب یہاں ملے۔ کوفہ کا احوال بتایا کہ لوگوں کے دل امام کے ساتھ ہیں مگر تلواریں بنی امیہ کی طرف ہیں۔ اس سے پہلے معروف شاعر فرزدق بھی یہی بات کہہ چکے تھے اور مشورہ بھی دیا تھا کہ آگے نہ جائیں!

3: چشمۂ غدیب : قیلولہ فرمایا اور اٹھ کر بیٹے علی اکبر کے سوال پر بتایا کہ ابھی خواب میں آنے والا وقت دیکھا ہے کہ ہمارے ساتھ کیا کچھ مقدر ہے۔ اشارہ اس طرف تھا کہ سب کیلئے ایک عظیم شہادت مقدر ہے۔

4: ھیمیہ : ابوہریرہ نام ایک شخص نے عندالملاقات مدینہ سے چلے آنے کا سبب پوچھا تو آپؓ نے فرمایا مال وعزت کے بعد اب بنوامیہ مجھے قتل کرنے کے درپے ہوئے تو میں نے مدینہ چھوڑ دیا۔ اس دوران حاکم مدینہ ولید کو امام حسینؓ کے ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے ابن زیاد کو لکھا کہ ان سے متصادم نہ ہونا۔ مگر اس پر اس بات کا کوئی اثر نہ ہونا تھا نہ ہوا۔

5: بطن رمہ : سے عبداللہ بن یقطر کو اہل کوفہ کے نام خط دیکر بھیجا کہ میں آرہا ہوں۔ نواح مکہ سے 8 ذی الحجہ کو نکل کر اب قریب ہوں۔ قاصد پکڑا گیا تو اس نے خط تلف کردیا۔ تاہم ابن زیاد کے پولیس افسر حصین بن نمیر نے اس کو ابن زیاد کے پیش کیا تو اس نے اس کا سر قلم کرادیا۔ یہی حال ایک اور قاصد قیس بن مسہر کا ہوا۔

6: قادسیہ : ابن زیاد نے حصین بن نمیر کی کمان میں لشکر بھیج دیا جو قادسیہ سے قطقطانیہ تک پھیلا ہوا تھا۔

7: حاجز : ایک چشمۂ آب پر پہنچے۔ وہاں عبداللہ بن مطیع ملا اور حیران ہوا کہ آپ کہاں؟ تفصیل سن کر کہنے لگا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ خود کو معرضِ تلف میں نہ لایئے۔ بہت خطرناک حالات ہیں کوفہ ہرگز نہ جائیں مگر امام کے قدم نہیں رکے۔ اسی مقام پر ابن زیاد کی طرف سے بصرہ وشام کے راستے بند کرانے کا علم ہوا۔

ایک قافلہ زہیر بن قین بجلی کی قیادت میں متوازی سفر کررہا تھا۔ حضرت امام حسین نے اس کو بلایا تو لبیک کہہ کے ہمراہ ہوا اور بیوی کو وداع کردیا۔

8: خزیمہ : یہاں رات گزاری اور علم ہوا کہ ظالموں نے مسلم اور ہانی شہید کردیئے ہیں۔ یہ بات کوفہ کی طرف سے آنے والے عبداللہ بن سلیمان اور منذر بن شمعل نے بتائی اور تاکید کی کہ آگے نہ جائیں بہت خطرناک صورت حال ہے۔

اسی جگہ قاصد عبداللہ بن یقطر کے شہید ہونے کی اطلاع ملی اور آبدیدہ ہوگئے۔ اور بادیدۂ تر ہاتھ اٹھا کر دردناک دعا کی کہ "ہمارے شیعوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھالیا ہے۔"

9: بطنِ عقبہ : بنی عکرمہ کا ایک بزرگ ملا اور کہنے لگا: "یا ابن رسول اللہ! مَیں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ واپس جایئے اور بخدا آپ نہیں جاتے مگر نوکِ سنان و شمشیرِ جان ستان کی طرف جاتے ہیں۔"

10: اشراف : رات گزاری اور صبح حکم دیا کہ پانی بھر کے ہمراہ لے لو۔ پھر چل پڑے۔ دوپہر کے وقت سامنے دور لشکر پر نظر پڑی اور خطرہ بھانپ کر رخ ایک پہاڑ کی طرف کرلیا کہ تصادم کی صورت میں پہاڑ پشت پر ہو۔

حر بن یزید ریاحی ایک ہزار سواروں کے ساتھ عین شدتِ گرما میں قافلۂ حسینی کے قریب صف آراء ہوا۔ امام نے ان میں آثار تشنگی دیکھ کر حکم دیا کہ سب کو اور ان کے جانوروں کو پانی پلایا جائے۔

حر بن یزید دراصل حصہ تھا بڑے لشکر کا جو ابن زیاد نے حصین بن نمیر کی قیادت میں آنے والے حالات پر قابو پانے کیلئے بھیجا تھا۔

یہاں حر نے بھی اپنے دستے سمیت نماز ظہر پھر نماز عصر امام حسینؓ کی اقتداء میں ادا کیں اور امام نے بتایا کہ مَیں اہل کوفہ کے باصرار بلاوے پر آیا ہوں اور عصر کے بعد خطاب میں فرمایا:

"اَیُّھَا النَّاس! اگر تمہاری رائے پھر گئی ہے تو میں بھی واپس جاتا ہوں۔" مگر حُر نے کہا کہ مجھے حکم ہے کہ آپ کو واپس نہ جانے دوں۔ آپ کی تعظیم کرتا ہوں مگر یا کوفہ چلیں یا کسی اور راستے سے مدینہ چلے جائیں۔

11: قصر بنی مقاتل : متوازی چلتے ہوئے قصر مقاتل پہنچے۔

12: قطقطانیہ : قطقطانیہ میں ایک خیمہ نظر پڑا۔ اس خیمہ سے نکل کر عبداللہ بن حُر آیا تو امام نے اپنی حمایت کا کہا۔ عبداللہ نے گھوڑا پیش کردیا جو امام نے قبول نہیں کیا کیونکہ جو خود حمایت میں نہیں آتا اس کی طرف سے کوئی ہدیہ بھی کیوں قبول کیا جائے۔

قطقطانیہ میں کئی کشفی نظارے بھی دیکھے کہ شہید کردیئے جائیں گے اور شہادت کے بعد امت اور بنو ہاشم پر ہمیشہ کیلئے کٹھن وقت شروع ہوجائیگا۔

13: کربلا (2 محرّم الحرام 61ھ) : صبح تیار ہوکر دوسری طرف جانا چاہا مگر حُر مانع ہوا یہاں تک کہ چلتے چلتے کربلا پہنچے اور اسی وقت دور سے ایک سوار نمایاں ہوا۔ وہ بڑی تیزی سے آیا مگر امام حسینؓ کو چھوڑ دیا اور حُر کو جا سلام کیا۔ وہ دراصل ابن زیاد کا قاصد تھا۔ حُر نے خط کھول کر پڑا تو لکھا تھا کہ جہاں خط ملے وہیں امام حسین کو روک دو اور ان کو ایسے بیابان میں اتارو جہاں پانی اور آبادی نہ ہو۔ حُر نے یہ خط باآواز بلند سنا دیا۔

حضرت امام حسین کے رفقاء میں سے یزید بن مہاجر نے قاصد کو پہچان کر پوچھا کہ کیا پیغام ہے؟

زہیر بن قین نے جنگ کا مشورہ دیا مگر امام نے فرمایا کہ پہل نہیں کرسکتا۔

یہ دو محرم الحرام 61ھ روز چہار شنبہ تھا خط سنانے کے بعد حُر نے ابن زیاد کو رپورٹ بھیجی جس پر ابن زیاد نے امام حسینؓ کے نام خط بھیجا: "یزید بن معاویہ نے مجھے خط لکھا ہے کہ آپ کو مہلت نہ دوں۔ یا آپ سے بیعت لوں یا انکار کی صورت میں یزید کے پاس بھیج دوں۔"

قاصد نے خط کا جواب چاہا تو فرمایا کہ اس کا جواب میرے پاس نہیں۔ بس اتنا یاد رکھو کہ اس پر عذاب اترا ہے۔ اس کے بعد حضرت امام حسینؓ نے اپنے اصحاب کو خطاب کیا اور خدا کی خاطر شہادت کی عظمت بتائی اور صورت حال واضح کردی۔ اس پر زہیر بن قین پھر ہلال بن نافع بجلی پھر بریر بن خضیر نے لبیک کہا اور پوری جانثاری کا یقین دلایا۔ امام نے تمام اصحاب اور بچوں پر نظر ڈال کر دعا دی۔

3 محرّم الحرام 61ھ :

ابن زیاد واپسی جواب پر آگ بگولا ہوگیا اور

عمر بن سعد کو پیغام جنگ بھیج دیا جو چار ہزار نفری کے ساتھ پہلے ہی کربلا کے نزدیک پہنچا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ کربلا میں آ گیا۔ ابن سعد نے حضرت امام حسینؓ سے رابطہ کرنا چاہا اور عروہ بن قیس احمسی کو کہا مگر وہ خود خطوط لکھ کر کوفہ بلانے والوں میں سے تھا اس لئے معذرت کی۔ اسی طرح کئی اور نے انکار کیا آخر نہایت شجاع، بیباک اور بے حیا شخص کثیر بن عبداللہ نے خود کو اس کام کیلئے پیش کیا اور کہا کہ حکم ہو تو سر کاٹ کے لے آؤں۔ ابن سعد نے کہا نہیں صرف یہ پوچھ کے آؤ کہ یہاں آپ کیوں آئے ہیں؟

کثیر خیموں کے نزدیک گیا۔ حضرت امام حسینؓ کو ملنا چاہا تو رفقاء نے کہا کہ پہلے ہتھیار کھول کے آؤ۔ مگر وہ اس پر راضی نہ ہوا۔ تب قرہ بن قیس کو بھیجا گیا تو حضرت امام نے فرمایا: تم لوگوں نے بے شمار خطوط لکھ کر بلایا۔ اگر میرا آنا اب منظور نہیں ہے تو مجھے واپس جانے دو۔

ابن سعد نے یہ رپورٹ ابن زیاد کو بھیج دی کہ امام حسینؓ واپس جانے کو تیار ہیں۔ ابن زیاد رپورٹ پڑھ کر مطمئن ہوا۔ تب شمر ذی الجوشن نے ابن زیاد کو اکسایا کہ واپس مت جانے دو۔ یہی تو موقع ہے اسے قابو کر لینے کا۔ یاد رہے یہ شمر ذی الجوشن حضرت علیؓ کا برادر نسبتی تھا۔

4 محرم الحرام 61ھ :

ابن زیاد نے عمر بن سعد کو خط لکھوا کر بھیجا کہ امام حسینؓ اور ان کے تمام اصحاب بیعت کریں۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ کیا مناسب ہے۔

ابن زیاد نے خط بھیج کر مسجد میں خطاب عام میں انعام و اکرام کی باتیں کیں اور پبلک کو قتلِ حسین پر اکسایا جس پر لوگ تیار ہوتے گئے۔ اور مختلف وفود لشکر کی صورت تیار ہوتے رہے جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

شمر ذی الجوشن 4000، یزید بن رکاب 2000، حصین بن نمیر 4000، شیث بن ربعی 4000، محمد بن اشعث بن قیس 1000۔

5 محرم الحرام 61ھ :

عمر بن سعد ابن زیاد کی طرف سے یہ کو فرمان ملا کہ صبح و شام صورت حال سے آگاہ کرو۔ اور تیار ہونے والے لشکروں کو بھیجنے کا کام جاری رہا۔

6 محرم الحرام 61ھ :

مختلف لشکر کربلا پہنچ گئے۔ حبیب بن مظاہر نے قریب ہی آباد قبیلہ بنی اسد کو مائل بہ نصرت کرنے کیلئے حضرت امام حسینؓ سے اجازت چاہی۔ رات کو گئے اور 90 افراد پوری حمایت کیلئے تیار ہوئے۔ جس کی جاسوس نے اطلاع کردی تو عمر بن سعد نے ارزق شامی کی کمان میں 400 نفر بھیجے اور مقابلہ میں غالب رہے تاہم حبیب بن مظاہر ٹھیک سلامت واپس پہنچ گئے اور سب حال واپس آ کر حضرت امام حسینؓ کو سنایا۔

عمرو بن حجاج کی کمان میں 500 آدمی ڈیوٹی پر دریائے فرات پر تعینات کر دیئے گئے تا کہ پانی سے روکیں۔ اس پر لکھا ہے کہ:

''جب تشنگی نے اصحاب وفادارِ انام ابرار پر غلبہ کیا حضرت پاس آ کے شکایتِ پیاس بیان کی۔ حضرت نے ایک بیلچہ دستِ مبارک میں لیا اور عقب خیمہ حرم محترم تشریف لائے اور پشتِ خیمہ سے نو قدم سمت قبلہ چلے اور وہاں ایک بیلچہ زمین پر مارا کہ باعجاز آنحضرتؐ چشمہ آبِ شیریں ظاہر ہوا اور امام حسین نے مع اصحاب وہ پانی نوش کیا اور مشکیں وغیرہ بھر لیں۔''

7 محرم الحرام 61ھ :

خیمہ کے پیچھے چشمۂ آب کی خبر معاندین تک پہنچی تو سختی بڑھا دی گئی۔ پانی کی ضرورت پوری کرنے کیلئے 30 سوار اور 20 پیادے حضرت عباس کے ہمراہ بھیجے۔ عمرو بن حجاج نے روکا اور پوچھا کون ہو؟ ہلال بن نافع نے کہا کہ تمہارا ابنِ عم ہوں اور پانی پینے آیا ہوں۔ اس نے کہا تم جلدی پی لو۔ دیگر کو نہیں پینے دوں گا۔'' ہلال نے اپنے اصحاب کو آواز دی کہ جلدی پانی بھر لو۔ حجاج نے اپنے لشکر سے کہا ہے کہ پانی نہ بھرنے دو۔ قریب تھا کہ آتش حرب و ضرب مشتعل ہو مگر اصحابِ امام حسینؓ نے جلد مشکیں پانی سے بھر لیں اور روانہ ہوئے اور کوئی آسیب و گزند نہ پہنچا۔''

رات حضرت امام حسینؓ نے عمر بن سعد کو طلب کیا کہ چند باتیں کروں گا۔ امام حسینؓ بیس آدمی اپنے لشکر سے لے کر علیحدہ ہوئے اور وہ شقی بھی مع بیس آدمیوں کے اپنے لشکر سے جدا ہوا۔ حضرت نے اپنے اصحاب سے کہا ٹھہرے رہو اور عباس و علی اکبر کو اپنے ہمراہ لیا۔ اس رُوسیاہ نے بھی اپنے اصحاب سے کہا رک جاؤ۔ حفص اپنے ایک غلام اور پسر کو ہمراہ لے کے آیا۔ امام حسین نے حجت تمام کرنے کو اس شقی سے کہا: اے کم بخت تو مجھ سے مقاتلہ کرتا ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ میں کون اور کس کا پسر ہوں۔ آیا خدا سے نہیں ڈرتا اور اعتقاد قیامت پر نہیں رکھتا وغیرہ۔''

8 محرم الحرام 61ھ :

ابن زیاد کو کوفہ میں رپورٹیں ملیں کہ ابن سعد اور امام حسین کی علیحدگی میں بھی ملاقاتیں ہو رہی ہیں۔ اس پر ابنِ زیاد نے جویرہ بن بدر کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ حسین ابن علی سے مذاکرات کرنے اور رعایتیں دینے کیلئے تمہیں نہیں بھیجا گیا اپنا فرض ادا کرنے کی طرف دھیان کرو ورنہ فوج کی کمان چھوڑ دو۔ بعد میں سوچا کہ اگر عمر بن سعد کمان چھوڑ دے تو فوج کا کیا بنے گا اور ابن سعد چارج کسے سونپے گا؟ اس پر طے پایا کہ صبح شمر ذی الجوشن بھی روانہ ہو جائے۔

9 محرم الحرام 61ھ :

رات کا چلا قاصد صبح پہنچا اور ابن سعد کو پیغام پہنچا دیا۔ ابن سعد سوچ بچار میں ہی تھا کہ کوفہ سے صبح چل کر شمر ذی الجوشن عصر کے قریب اس کے پاس پہنچا اور پیغام لایا کہ فوراً جنگ شروع کرو ورنہ فوج شمر کے سپرد کر دو۔

ابن سعد نے تیاری شروع کر دی۔ حضرت امام حسینؓ نے کہا کہ رات گزرنے دو، کل صبح فیصلہ ہو جائے گا اب تو رات ہونے والی ہے۔

شمر لشکر گاہ امام کے قریب آیا اور پکارا کہ میرے فرزندانِ خواہر کہاں ہیں؟ وہ آئے تو کہنے لگے تمہارے لئے امان لایا ہوں آ جاؤ تم الگ ہو جاؤ۔ انہوں نے حقارت سے شمر اور اس کی پیشکش کو ٹھکرا دیا اور پر جوش جواب دیا کہ ہم ہر قدم پر وفا کریں گے اور جاں فدا کر دیں گے۔

رات کو حضرت امام حسینؓ نے خیمے متصل کر کے ان کے پیچھے خندق کھود کر اس میں لکڑیاں جلانے کیلئے بھر دینے کا حکم دیا۔

''علی اکبر کو مع تیس سوار اور بیس پیادے دے کے بھیجا کہ وہ چند مشک آب با نہایت خوف و اضطراب بھر لائے۔ حضرت نے اپنے اہلِ بیت و اصحاب سے فرمایا کہ پانی پیو کہ یہ آخری توشہ تمہارا ہے اور وضو و غسل کرو اور اپنے کپڑوں میں خوشبو لگاؤ کہ وہ تمہارے کفن ہوں گے۔''

رات بھر تیاری و ترتیب دینے اور دعائیں کرنے میں گزری۔ نیند سے مغلوب ہوئے تو خواب میں دیکھا کہ کتے ہم پر حملہ آور ہیں۔

مجموعی طور پر 45 سوار اور 100 پیادے کل قوت تھی اور دوسری طرف 22 ہزار کا لشکر۔

فریقین کے لشکر میدان کربلا میں

حضرت امام حسینؓ نے دونوں کناروں سے مڑی ایک لمبی خندق پیچھے رکھ کر خیمے ترتیب دیئے جن کے آگے درمیان میں علَم حضرت عباس کو سونپا۔ میمنہ پر زہیر بن قین اور میسرہ پر حبیب بن مظاہر اور علم یعنی جھنڈے کے پیچھے مرکزی خیمہ نصب فرمایا۔

دوسری طرف مخالفانہ ترتیب میں علَم ایک غلام درید کو دیا گیا۔ عمرو بن حجاج میمنہ اور شمر ذی الجوشن میسرہ پر تعینات کئے گئے۔ عمرو بن قیس سواروں کا کمانڈر اور شیث بن ربعی پیادوں کا سالار مقرر ہوا۔

10 محرم الحرام 61ھ :

صبح سویرے بریر بن خضیر اجازت لے کر ابن سعد سے بات کرنے گئے۔ ابن سعد نے بات سنی جس میں ان کو غیرت دلائی گئی تھی کہ وہ خدا سے ڈریں اور خاندانِ نبوت کی پاسداری کریں۔ جواب ملا کہ ہم فقط ابن زیاد کے پاس لے جانا چاہتے ہیں آگے وہ جو چاہے۔

بریر نے کہا کہ اس پر بھی راضی نہیں ہوتے کہ امام حسینؓ اپنے وطن واپس چلے جائیں۔ صد افسوس اہل کوفہ تم پر کہ عہد و پیمان سے پھر گئے اور مؤکد بعذاب قسموں کو بھول گئے۔

بریر کی ناکام واپسی پر حضرت امام حسینؓ نے عمامۂ رسولؐ سر پہ رکھا اور اونٹ پر سوار ہو کے لشکر ابن سعد کے سامنے گئے اور فصیح و بلیغ خطاب فرمایا۔ یہ غالباً سفرِ کربلا کے آغاز سے لے کر اب تک کا طویل ترین اور آخری خطاب تھا۔ جس کا خلاصہ پوری صورت حال کی عکاسی کر رہا تھا کہ حضرت امام حسینؓ نے اپنے اور اپنے آباء کے تعارف سے آغاز کے بعد مدینہ سے مکہ آمد اور وہاں اہل کوفہ کی انتہائی پر زور و پر جوش جذباتی تحریروں پر مشتمل خطوط ملے جو حضرت امام نے سب کو دکھا بھی دیئے۔ حضرت مسلم بن عقیل کا بھیجنا، کوفہ میں ان کا ورود اور ولولہ انگیز استقبال پھر ان کی مثبت رپورٹ پر ایک ماہ کا دشوار سفر کر کے کربلا تک پہنچنا۔ نیکی اور بدی، معروف و منکر اور اچھے برے کا فرق واضح کر کے بھر پور انداز میں اتمام حجت کر دی۔ نام لے کر ان کے بڑوں کو پکارا کہ اے شیث بن ربعی! اے حجاز بن الجر! اے قیس بن اشعث! اے یزید بن حارث!'' کیا تم نے مجھے خطوط نہیں لکھے کہ میوہ جات تیار ہو گئے اور صحرا سرسبز ہو گیا اور لشکر ہائے دوستان و یاور مہیا ہو گئے۔ بہت جلد آپ تشریف لائیے کہ ہم سب آپ کی نصرت و یاوری کریں۔ قیس بن اشعث نے جواب دیا کہ اب یہ باتیں مفید نہیں ہیں۔ لڑائی سے دست بردار ہو کے اپنے پسرانِ عم زاد کے حکم پر رضامند ہو جاؤ کہ وہ آپ سے ارادۂ بدی نہیں رکھتے ہیں۔''

آخر پہ حضرت امام حسینؓ نے تمام سپاہ کے مجموعی کمانڈر عمر بن سعد کو آواز دی۔ وہ سامنے آئے تو پر جوش خطاب کیا :

''اے عمر! تو مجھے بامیدِ حکومتِ رے و جرجان قتل کرتا ہے کہ پسرِ زیاد تجھے دے گا۔ قسم بخدا ہرگز تجھے میسر نہ ہوگا۔ اور بعد میرے زندگی تجھ پر گوارا نہ ہوگی اس لئے کہ یہ جو مَیں نے تجھ سے بیان کیا اس کی خبر بزرگوں نے مجھ کو دی۔ جو تیرا دل چاہے وہ کر مگر بعد میرے دنیا و عقبیٰ میں خوشی تجھے نہ ہوگی۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت جلد تیرا سرِ نجس نیزہ پر کوفہ میں نصب کیا ہے اور لڑکے اس پر پتھر مار کے نشانہ بنا رہے ہیں۔''

''یہ سن کر عمر خشمناک ہو کے اپنے اصحابِ شقاوت مآب کی جانب متوجہ ہوا اور کہا کہ کیا انتظار ہے اور کیوں ان کو مہلت دے رکھی ہے۔''

حضرت امام حسین اپنے خیموں کی طرف واپس ہوئے اور اب آغازِ جنگ کے نازک ترین لمحات آئے تو حُر، عمر بن سعد سے مل کر اپنے ساتھی قرہ بن قیس کے پاس گئے اور پوچھا کہ گھوڑے کو پانی پلا لیا ہے؟ قریب ہی مہاجر بن اوس نے دیکھا کہ حر کانپ رہا ہے پھر ڈھال آگے کئے۔ حر امام حسین کی طرف بڑھے اور ڈھال آگے پھینک کر دست بستہ معافی کے خواستگار ہوئے کہ یہ مَیں تھا جس نے آپ کو واپس نہ جانے دیا اور گھیر کر یہاں لایا۔ اللہ مجھے معاف کرے آپ بھی معاف کر دیں۔ میرے لئے دعا کریں اور مجھے قبول فرمائیں کہ آپ کی طرف سے لڑ کے اپنی جان کا نذرانہ پیش کروں۔

ادھر عمر بن سعد نے ایک علامتی تیر چلا کر آغاز جنگ کا اعلان کر دیا۔ حر کو اجازت مل چکی تھی۔ ایک شدید معرکہ ہوا اور چالیس مخالفین کو موت کے گھاٹ اتار کر حر، ایوب بن مسروح کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ نعشِ حر کو مومنین اٹھا لائے اور حضرت امام حسینؓ نے دعا کی۔ پھر مبارزت شروع ہوئی۔ ایک ایک فدائی جاتے اور جانے سے پہلے حضرت امام حسینؓ کے سامنے آ کر سلام کرتے اور اجازت و دعا کے ساتھ میدان میں اتر کر سرخرو ہوتے۔ حضرت امام حسینؓ ہر اجازت کے ساتھ آیتِ قرآنی پڑھتے : مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (الاحزاب:24)

شہیدانِ باوفا

''جلاء العیون'' سے مأخوذ معلومات کے مطابق ترتیبِ شہادت حُر کے بعد کچھ اس طرح ہے :

1۔ بریر بن خُضیر 30 کو موت کی وادی میں اتار کر بجیر بن اوس کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ **2**۔ وھب بن عبداللہ کلبی ان کے ہاتھوں 19 سوار اور 24 پیادے ہلاک ہوئے۔ آخر شدید زخمی ہو کر گرفتار ہوئے اور شہید کر دیئے گئے۔ **3**۔ وہب کی زوجہ زخمی میاں پر آ گری تو شمر کے حکم سے اس کو گرز مار کے شہید کیا گیا۔ **4**۔ وہب کی والدہ بے اختیار میدان میں آ گئی حملہ آور کو روکتے ہوئے شہید ہوئیں۔ تاہم جولٹھ پکڑے آگے بڑھی تھیں اس سے 3 ہلاک کئے۔ **5**۔ عمر بن خالد ازدیا ور پھر ان کا بیٹا۔ **6**۔ خالد آگے بڑھ کر شہید ہوئے۔ **7**۔ سعید بن حنظلہ تمیمی شدید معرکہ میں بہت

باقی صفحہ نمبر 16 پر ملاحظہ فرمائیں

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔خط وکتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TLU.K.

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 20دسمبر 2008ء میں مکرم ایم اے لطیف شاہد صاحب کے قلم سے دیگر احباب کے بیان کردہ ایسے واقعات درج ہیں جن سے حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے تعلق باللہ پر روشنی پڑتی ہے۔

☆ مکرم منیر احمد فرخ صاحب امیر جماعت احمدیہ اسلام آباد بیان کرتے ہیں کہ B.Sc. Engg. کے سالانہ فائنل امتحان میں میرا D C Machines کا پرچہ بہت خراب ہوا اور اس میں کامیابی ناممکن تھی۔ زیادہ تر سوالات نصاب سے باہر تھے اور 16 فیصد نمبر کی توقع تھی لیکن اس پرچہ میں فیل ہونے کی صورت میں دوبارہ سارا امتحان دینا پڑتا تھا۔ چنانچہ سخت پریشانی کے عالم میں دوبارہ پڑھائی شروع کر دی۔ جب والدہ صاحبہ کو صورتحال معلوم ہوئی تو وہ مجھے لے کر لاہور سے ربوہ پہنچیں اور کچھ پھل لے کر دعا کی خاطر حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ کے گھر پر حاضر ہوکر آنے کی وجہ بیان کی۔ انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور پاس ہونے کی خوشخبری سنائی۔ مجھے یقین نہیں آیا کیونکہ پاس ہونا ممکن نہ تھا۔ یہی خیال آیا کہ انہوں نے ہمیں خوش کرنے کے لئے ایسا کہہ دیا ہے۔

چند دن کے بعد ہمارے ایک غیراز جماعت عزیز ہمیں ملنے آئے اور جاتے وقت پوچھا کہ انجینئرنگ کالج میں ایک پروفیسر جن کا نام احمد ہے، اُنہیں جانتے ہو؟ میں نے بتایا کہ وہ میرے D.C.Machines کے مضمون کے پروفیسر ہیں۔تو وہ کہنے لگے کہ وہ میرے بہت پرانے دوست ہیں ہم علی گڑھ میں پڑھا کرتے تھے اور پاکستان بننے کے بعد ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ پھر میرے کہنے پر میرے عزیز سفارش کے لئے پروفیسر احمد سے ملنے اُن کے گھر گئے۔ آمنا سامنا ہونے پر دونوں ایک دوسرے کو پہچان کر بڑی محبت سے گلے ملے۔ چائے وغیرہ پی کر پروفیسر صاحب مجھ سے مخاطب ہوئے اور پوچھا کہ تمہارا پرچہ کیسا ہوا ہے؟ یہ بتانے پر کہ اکثر سوال out of course تھے۔ وہ کہنے لگے کہ ایسا ہی ہے کیونکہ اس پرچہ میں تقریباً سب طلبہ فیل ہیں۔ یونیورسٹی کے اعلیٰ افسران نے وہ پرچے واپس کئے ہیں کہ اس طرح کالج کی بہت بے عزتی ہوگی اس لئے آپ نرمی کریں اور کچھ طالب علموں کو پاس کریں۔اس طرح چار پانچ طالب علم پاس ہوگئے۔ پرچے پھر دوبارہ واپس آئے کہ اور نرمی کریں پھر چند اور طالب علم پاس کئے لیکن پرچے پھر تیسری دفعہ واپس آ گئے ۔اس طرح میں بھی پاس ہوگیا جو بظاہر ناممکن تھا۔

☆ مکرم منیر احمد ڈار صاحب آف راولپنڈی نے بتایا کہ میری ہمشیرہ پشاور میں مقیم تھیں اور بچے کی پیدائش متوقع تھی۔ڈاکٹروں نے بتایا کہ Situation بہت خراب ہے اور پیدائش کے وقت ماں یا بچے میں سے کسی ایک کی جان کو خطرہ ہے۔ مجھے پیغام ملا کہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کو دعا کے لئے درخواست کریں۔ مَیں مولوی صاحبؓ کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ وہ بازار تک گئے ہیں۔ وہاں ایک ہوٹل میں ملاقات ہوگئی۔ دعا کے لئے درخواست کی تو انہوں نے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور خوشی کی خبر سنائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پیدائش کے بعد دونوں ماں بچہ خیریت سے رہے۔اس بچے کا نام میجر ریٹائرڈ وسیم احمد ڈار ہے۔

☆ مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ میری اہلیہ مسز ذکیہ لطیف صاحبہ B.A. کے امتحان کے وقت بیمار ہوگئیں۔طبیعت سخت خراب تھی اور اگلے دن پرچہ تھا۔ ان کی والدہ ان کو حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کے پاس لے گئیں۔حضرت مولانا صاحبؓ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بتایا کہ انشاءاللہ صحت ہو جائے گی اور امتحان میں کامیابی ہوگی۔ اور یہ بھی بتایا کہ بچی کے دادا چوہدری بدر دین مرحوم بھی یہاں میرے ساتھ بیٹھے تھے اور دعا میں شامل ہوئے ہیں۔ چنانچہ نتیجہ نکلا تو اِن کی اہلیہ کی کالج میں تھرڈ پوزیشن تھی۔

حضرت ملک برکت علی صاحبؓ

حضرت ملک برکت علی صاحبؓ قریباً 1869ء میں پیدا ہوئے اور 20دسمبر 1951ء کو آپؓ کی وفات ہوئی۔ روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 20دسمبر 2008ء میں آپؓ کی سیرة وسوانح پر ایک مختصر مضمون شائع ہوا ہے۔

حضرت ملک صاحبؓ اپنے قبول احمدیت سے متعلق فرماتے ہیں کہ میں گجرات سے تعلیم حاصل کرکے لاہور میں ملازم ہوگیا۔ وہاں کے بعض کلرکوں کے کہنے پر مَیں نے ایک پیر صاحب کی بیعت کرلی اور ہر روز ان کی صحبت میں بھی وقت گزارنے لگا۔لیکن جب عرصہ گزر گیا اور میری طبیعت پر کوئی اثر پیدا نہ ہوا تو اس بارہ میں پیر صاحب سے سوال کیا۔انہوں نے کہا کہ آپ مجاہدات کریں اور اس حد تک میرا تصور کریں کہ میرا نقش ہر وقت آپ کے سامنے رہے پھر آپ کو بارگاہ الٰہی میں رسائی حاصل ہوگی۔ میں عرصہ تک ان کا تصور بھی کرتا رہا۔مجاہدات بھی بڑے کئے مگر کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ وہاں اکاؤنٹنٹ جنرل کے دفتر میں ایک شخص میاں شرف الدین صاحب ہوا کرتے تھے۔ وہ احمدی تو نہ تھے مگر حضرت صاحب کی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ اُن سے میری اپنی دینی حالت سے متعلق گفتگو ہوئی تو انہوں نے مجھے کہا کہ اگر میں آپ کو کوئی کتاب دوں تو کیا آپ پڑھیں گے۔ میں نے کہا ضرور۔ انہوں نے مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک کتاب مطالعہ کے لئے دی جس کا میں نے مطالعہ کیا تو پھر باری باری چار کتابیں دیں۔ایک دن میں نے پیر صاحب سے حضرت صاحب کا ذکر کیا اور پوچھا کہ ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ پیر صاحب نے کہا کہ نہ ہم ان کو اچھا کہتے ہیں نہ برا۔ میں اس جواب پر بہت متعجب ہوا مگر اس وقت خاموش ہوگیا۔ ایک روز پھر میں نے یہی سوال کر دیا۔ پیر صاحب نے پھر وہی جواب دیا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ ''مگر نہ ان کی کوئی کتاب پڑھو اور نہ وعظ سنو''۔ میں حیران ہوا اور پوچھا کہ کیا آپ نے اُن کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے؟ اس پر پیر صاحب جوش میں آکر کہنے لگے کہ ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم ان کی کتابیں پڑھیں، علماء نے ان پر کفر کا فتویٰ جو لگا دیا ہے۔ یہ جواب سن کر میرے ذہن میں حضرت اقدس کے وہ فقرات آ گئے جن میں حضورؑ نے مخالف علماء کے کفر کے فتویٰ کا ذکر کر کے فرمایا تھا کہ یہ لوگ نہ میری کتابیں پڑھتے ہیں اور نہ میرے خیالات کو انہیں سننے کا موقع ملا ہے۔ مگر محض کسی کے کہنے پر یک طرفہ فتویٰ لگا دیا ہے۔ چنانچہ میں پیر صاحب سے بدظن ہوگیا اور واپس آکر تحقیقات میں مشغول ہوگیا۔

ان ایام میں عبداللہ آتھم کے متعلق حضور کے اشتہارات نکل رہے تھے اور عیسائیوں کی طرف سے بھی اشتہارات نکلا کرتے تھے۔ میں فریقین کے اشتہارات کو ایک فائل کی صورت میں محفوظ کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت اقدسؑ کی پیشگوئی آتھم کے بارہ میں بالکل صحیح پوری ہوگئی ہے۔اس کے بعد لیکھرام کے متعلق حضور کے اشتہارات اور تحریرات نکلنا شروع ہوگئیں۔ان کو بھی میں فائل میں محفوظ کرتا گیا۔ان ہر دو واقعات کے گزرنے کے بعد مجھے حضرت اقدس کی صداقت کے متعلق اطمینان ہوگیا اور میں نے 1897ء میں بیعت کا خط لکھا دیا۔ پھر قریباً 1901ء یا 1902ء میں قادیان جا کر دستی بیعت کی۔

جب میں بھوچرا بنگلہ نہر لوئر جہلم ضلع سرگودھا میں تھا تو ایک انگریز سب ڈویژن افسر مسٹر ہاورڈ میرے خلاف ہوگیا جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ پہلے کلرک کے ساتھ مل کر بددیانتی کرتا تھا مگر میں نے قواعد کے مطابق چلنے کو کہا تو اُس نے رپورٹ کرکے مجھے معطّل کروادیا۔ جب کیس چل پڑا تو مَیں نے حضورؑ کی خدمت میں حالات عرض کرکے دعا کی درخواست کی۔ حضورؑ کا جواب آیا: ''دعا کی ہے اللہ تعالیٰ رحم کرے گا''۔ اتفاق سے یہ خط ایک شخص پرسرام اوورسیئر کے ہاتھ آگیا اور اس نے پڑھ لیا۔اس نے مجھے آکر کہا کہ مقدمہ آپ کے حق میں ہوگیا ہے اور آپ بری ہوگئے ہیں۔ میں حیران ہوا اور پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہوا؟ اس نے وہ کارڈ مجھے دیا اور کہا اس پر لکھا ہوا ہے۔ میں نے اسے پڑھا اور کہا کہ یہاں تو یہ نہیں لکھا کہ آپ بری ہوگئے ہیں۔ وہ بولا کہ اتنے بڑے خدا کے بندے نے آپ کے لئے دعا کی ہے بھلا اب کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ بری نہ ہوں۔ چنانچہ اس مقدمہ کی تفتیش کے لئے سپرنٹنڈنٹ اور چیف انجینئر مسٹر بینٹن تک آئے اور خوب اچھی طرح سے انکوائری کرکے مجھے بری کردیا۔

حضرت ملک صاحبؓ نے محکمہ نہر میں ملازمت کرکے 1927ء میں پنشن حاصل کی۔ عرصہ دراز تک جماعت احمدیہ گجرات کے جنرل سیکرٹری اور پھر امیر رہے۔ دوران ملازمت اور بعد میں بھی تبلیغ کو اپنی غذا بنائے رکھا۔ آپ کے ذریعہ آپ کے خاندان اور دیگر بہت سے لوگوں کو سلسلہ میں داخل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ تہجد گزار اور متقی بزرگ تھے۔ اولوالعزمی اور راست گوئی آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ بہت دعائیں کرنے والے، مستجاب الدعوات اور صاحب کشوف و رویا تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ اور حضور کے خلفاء کے ساتھ عشق تھا۔ آپؓ کی بہترین علمی یادگار آپؓ کے فرزند خالد احمدیت ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم تھے۔

محترم عنایت اللہ خالد صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 3نومبر 2008ء میں مکرم محمد طارق محمود صاحب مربی سلسلہ نے اپنے مضمون میں محترم عنایت اللہ خالد صاحب کا مختصر ذکرخیر کیا ہے۔

محترم عنایت اللہ خالد صاحب 25/ اکتوبر 1930ء کو مدرسہ چٹھہ میں ایک شیعہ فیملی کے گھر پیدا ہوئے۔ 18 سال کی عمر میں احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی جس پر ان کے والد عالم دین صاحب نے انہیں گھر سے نکال دیا۔ اس پر آپ ربوہ آگئے اور حضرت مصلح موعودؓ سے ملاقات کرکے فرقان بٹالین میں شامل ہوکر کشمیر چلے گئے۔ وہاں سے واپسی پر حضورؓ نے آپ کو محمد آباد اسٹیٹ میں تحریک جدید کی زمینوں پر بھجوا دیا۔ جہاں پر آپ نے قریباً 42 سال بطور ٹریکٹر ڈرائیور خدمت کی توفیق پائی اور 1992ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد ربوہ شفٹ ہوگئے۔

آپ نے بڑے صبر شکر اور دُعا سے اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا۔ آپ کے دو بیٹے مکرم اسداللہ غالب صاحب مربی سلسلہ ریسرچ سیل ربوہ اور مکرم محبّ اللہ صاحب خالد مربی سلسلہ بورکینا فاسو ہیں۔ آپ کے چھ بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔

مرحوم گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے۔ بے حد محنتی، دیانتدار، خاموش طبع، ہنس مکھ اور بہت دھیمی طبیعت کے مالک تھے۔ کبھی کسی سے ناراض نہیں ہوئے۔ 1996ء سے دل کے مریض تھے، انجیو پلاسٹی بھی ہوچکی تھی۔ مزید یہ کہ مثانے کا کینسر بھی ہوگیا تھا۔ اس کے باوجود اپنے فرض کو انتہائی محنت اور دیانتداری سے ادا کرتے رہے۔ جون 2008ء میں پیشاب کی تکلیف ہوئی۔ چند دن ہسپتال میں گزار کر مختصر رخصت پر گھر آ گئے۔ پیشاب کے لئے نالی لگی ہوئی تھی کہ مَیں نے آپ کو تھیلا ہاتھ میں پکڑے سڑک پر آہستہ آہستہ جاتے دیکھا۔ پوچھا تو کہنے لگے کہ مالی سال کا آخری مہینہ ہے ایک گھر سے چندہ لینے جا رہا ہوں۔

30 جون کو آپ نے بعمر 78 سال وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

رسالہ ''احمدیہ گزٹ'' کینیڈا اکتوبر تا دسمبر 2008ء میں شامل اشاعت مکرم مولانا مرزا محمد افضل صاحب کی نظم سے انتخاب پیش ہے:

تیرے سائے کا اثر بولتا ہے
بند ہونٹوں میں سحر بولتا ہے
جب سے تو دل میں بسا ہے جاناں
تب سے اس دل کا نگر بولتا ہے
فصل گل آ کے نہ جائے یا ربّ!
دل یہی شام و سحر بولتا ہے
مجھ کو بھی اپنے مدھر بول سنا
بات کر مجھ سے اگر بولتا ہے

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

10th December 2010 – 16th December November 2010

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8875 4272 or +44 20 8875 4273

Friday 10th December 2010

00:00 MTA World News & Khabranama
00:35 Tilawat
00:50 Insight & Science and Medicine Review
01:25 Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 31st August 1995.
02:35 Historic Facts
03:05 MTA World News & Khabranama
04:05 Tarjamatul Qur'an class: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 4th January 1995.
05:10 Huzoor's Jalsa Salana Address
06:05 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:25 Historic Facts
07:00 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
07:30 Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
08:40 Rah-e-Huda
10:05 Indonesian Service
11:00 Tilawat
11:10 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
12:00 Live Friday sermon: delivered by Huzoor from Baitul Futuh Mosque, London.
13:15 Dars-e-Hadith
13:45 Bengali Service
14:50 Real Talk
16:00 Khabarnama: daily news in Urdu.
16:20 Friday Sermon [R]
17:25 Huzoor's Ijtema Address
18:05 MTA World News
18:30 Live Arabic Service
20:35 Friday Sermon [R]
21:45 Insight & Science and Medicine Review
22:20 Rah-e-Huda [R]

Saturday 11th December 2010

00:00 MTA World News & Khabranama
00:30 Tilawat
00:40 International Jama'at News
01:15 Liqa Ma'al Arab: rec. on 26th September 1995.
02:15 MTA World News & Khabranama
02:50 Friday Sermon: rec. on 10th December 2010.
04:00 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
04:25 Rah-e-Huda
06:05 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:35 International Jama'at News
07:10 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
07:45 Huzoor's Jalsa Salana Address
08:25 Yassarnal Qur'an
08:50 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests. Recoded on 15th June 1996. Part 1.
09:40 Friday Sermon [R]
10:50 Indonesian Service
12:00 Tilawat
12:10 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
12:45 Live Intikhab-e-Sukhan: poem request programme.
13:45 Bangla Shomprochar
14:50 Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
16:00 Khabarnama: daily news in Urdu.
16:15 Live Rah-e-Huda
17:55 MTA World News
18:10 Yassarnal Qur'an [R]
18:30 Live Arabic Service
20:30 International Jama'at News
21:05 Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor. [R]
22:15 Rah-e-Huda [R]
23:45 Friday Sermon [R]

Sunday 12th December 2010

01:00 MTA World News & Khabranama
01:35 Tilawat
01:45 Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 27th September 1995.
02:50 Khabarnama: daily news in Urdu.
03:10 Friday Sermon: rec. on 10th December 2010.
04:20 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
04:55 Faith Matters
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:25 Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
07:25 Zinda Log
07:45 Faith Matters
09:00 Huzoor's Jalsa Salana Address
09:55 Indonesian Service
11:00 Spanish Service: Spanish translation of Friday sermon. Recorded on 30th November 2007.
12:00 Tilawat
12:10 Yassarnal Qur'an
12:30 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
12:50 Bengali Service
14:00 Friday Sermon [R]
15:05 Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor. [R]
16:05 Khabarnama: daily news in Urdu.
16:30 Faith Matters [R]
17:35 Yassarnal Qur'an [R]
18:00 MTA World News
18:30 Live Arabic Service
20:35 MTA Variety
21:30 Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor. [R]
22:30 Friday Sermon [R]
23:35 Ashab-e-Ahmad

Monday 13th December 2010

00:20 MTA World News & Khabranama
00:50 Tilawat
01:05 Yassarnal Qur'an
01:20 International Jama'at News
01:55 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
02:10 Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 28th September 1995.
03:10 MTA World News & Khabranama
03:50 Friday Sermon: rec. on 10th December 2010.
04:55 Faiths Matters
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30 International Jama'at News
07:10 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
07:40 Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
08:40 Rencontre Avec Les Francophones: French mulaqat with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 7th March 1999.
09:45 Indonesian Service: Indonesian translation of the Friday sermon, delivered on 1st October 2010.
10:45 MTA Variety
11:45 Tilawat
11:55 International Jama'at News
12:30 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
13:00 Bangla Shomprochar
14:00 Friday Sermon: rec. on 4th March 2005.
15:05 MTA Variety [R]
16:00 Khabarnama: daily news in Urdu.
16:20 Rah-e-Huda
18:00 MTA World News
18:30 Arabic Service
19:30 Liqa Ma'al Arab: rec. on 3rd October 1995.
20:25 International Jama'at News
21:00 Rah-e-Huda [R]
22:45 Friday Sermon [R]

Tuesday 14th December 2010

00:00 MTA World News & Khabranama
00:35 Tilawat
00:45 Insight & Science and Medicine Review
01:20 Liqa Ma'al Arab: rec. on 3rd October 1995.
02:25 Dars-e-Hadith
02:45 MTA World News & Khabranama
03:20 Rencontre Avec Les Francophones: French mulaqat with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 7th March 1999.
04:20 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
04:50 Huzoor's Jalsa Salana Address
06:00 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:25 Science and Medicine Review & Insight
07:00 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
07:30 MTA Variety
08:00 Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
09:15 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 26th March 1995. Part 1.
10:00 Indonesian Service
11:00 Sindhi Service: Sindhi translation of the Friday sermon, delivered on 5th February 2010.
12:05 Tilawat
12:15 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
12:40 Science and Medicine Review & Insight
13:15 Bangla Shomprochar
14:15 Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: concluding address delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Hadhrat, Khalifatul Masih V, on 11th June 2006.
15:00 Yassarnal Qur'an
15:25 Historic Facts
16:00 Khabarnama: daily news in Urdu.
16:25 Rah-e-Huda
18:00 MTA World News
18:30 Arabic Service
19:30 Arabic Service: Arabic translation of Friday sermon delivered on 10th December 2010.
20:35 Science and Medicine Review & Insight
21:05 Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor. [R]
22:10 Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema [R]
22:50 MTA Variety [R]
23:20 Real Talk

Wednesday 15th December 2010

00:05 MTA World News & Khabranama
00:35 Tilawat
00:45 Yassarnal Qur'an
01:05 Dars-e-Malfoozat
01:20 Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 29th August 1995.
02:20 Learning Arabic
02:50 MTA Variety
03:20 MTA World News & Khabranama
03:50 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
04:20 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 26th March 1995. Part 1.
05:15 Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: concluding address delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Hadhrat, Khalifatul Masih V, on 11th June 2006.
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:35 Art Class: with Wayne Clements.
07:05 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
07:25 MTA Variety
08:20 Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
09:15 Question and Answer Session: recorded on 26th March 1995. Part 2.
10:30 Indonesian Service
11:30 Swahili Service
12:20 Tilawat
12:30 Zinda Log
12:50 Friday Sermon: rec. on 11th March 2005.
13:55 Bangla Shomprochar
14:55 Rah-e-Huda
16:30 Khabarnama: daily news in Urdu.
16:45 Faith Matters
18:00 MTA World News
18:15 Arabic Service
19:25 Real Talk
20:05 MTA Variety [R]
21:05 Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor. [R]
21:55 Huzoor's Jalsa Salana Address
22:50 Friday Sermon [R]

Thursday 16th December 2010

00:00 MTA World News & Khabranama
00:35 Tilawat
00:45 Dars-e-Hadith
01:05 Liqa Ma'al Arab: rec. on 5th October 1995.
02:35 MTA World News & Khabranama
03:05 Zinda Log: a documentary about the Martyrs of Ahmadiyyat.
03:30 Friday Sermon: rec. on 11th March 2005.
04:30 Art Class: with Wayne Clements.
05:00 Huzoor's Jalsa Salana Address
06:00 Tilawat
06:15 MTA Sports
07:05 Zinda Log
07:55 Faith Matters: An informative and contemporary English question and answer programme exploring various matters relating to faith and religion.
09:00 Adaab-e-Zindagi
10:10 Indonesian Service
11:10 Pushto Service
11:40 Tilawat
12:00 Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
13:00 Bengali Service: Bengali translation of the Friday sermon, rec. on 10th December 2010.
14:05 Shotter Shondhane
15:25 Tarjamatul Qur'an class: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 11th January 1995.
16:00 Khabarnama: daily news in Urdu.
16:20 Yassarnal Qur'an
16:45 Faith Matters [R]
18:00 MTA World News
18:30 Arabic Service
20:30 Faith Matters [R]
21:40 Tarjamatul Qur'an class [R]
22:20 Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor
23:20 Adaab-e-Zindagi

Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 & 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 17 | Friday 10 December , 2010 | Issue No. 50

بقیه:امام حسین علیہ السلام ازصفحہ نمبر 13

سے منافقین کو مار کر شہید ہوئے۔8۔عمر بن عبداللہ مذحجی بہت سے مخالف ہلاک کئے آخر دو کے حملہ سے شہید ہوئے۔9۔مسلم بن عوسجہ بہت بے جگری سے لڑے۔ لمبے قتال کے بعد گھوڑے سے گر کر شہید ہوئے۔ خود امام حسینؓ اور حبیب بن مظاہر اٹھا لائے۔ 10۔زہیر بن قین بجلی 19 ہلاک کئے ایک روایت ہے کہ 120 مارے پھر شہید ہوئے۔ 11۔حبیب بن مظاہر اسدی 31 ہلاک کئے 62 کی بھی روایت ہے۔ اور شہید ہوئے۔ 12۔مالک بن انس کاہلی 18 کو واصل جہنم کر کے شہید ہوئے۔ 13۔زیاد بن مہاجر کندی 9 کو ہلاک کر کے وارث جنت ہوئے۔ 14۔ہلال بن حجاج 13 روسیاہ مارے اور زخمی گرفتار ہو کر شہید ہوئے۔15۔نافع بن ہلال ایک بڑے گروہ کو ختم کر کے سرخرو ہوئے۔

کھلی جنگ کا آغاز

اس مرحلہ پر کہ 15 وفا شعار سرخرو ہو چکے تھے اور سینکڑوں معاندین موت کے گھاٹ اتر گئے تو عمرو بن حجاج نے عمر بن سعد کو مشورہ دیا کہ مبارزت کی بجائے یکبارگی حملہ کیا جائے۔ چنانچہ فیصلہ ہوا اور شمر اپنے جتھہ کے ساتھ میسرہ پر حملہ آور ہوا۔ مقابلے میں 32 سواروں کی قوت تھی۔ جبکہ شمر کے پیچھے حصین بن نمیر کی قیادت میں 500 تیر اندازوں کی مدد بھی تھی۔

بعض خیموں سے تیر چلائے گئے جن سے شمر کے گھوڑے زخمی ہو کر پیچھے کو بھاگے اور معاندین کو ہی کچلنے لگے۔ اس پر عمر بن سعد نے خیمے گرانے کا حکم دے دیا۔ اس طرح خیموں والے تیر انداز مومنین باہر آ کر نبرد آزما ہوئے۔

ابن سعد نے خیمے جلا دینے کا حکم جاری کیا۔ حضرت امام حسینؓ نے مزاحمت نہ کی کہ اس طرح آگ ایک طرف کو محفوظ کر دے گی۔

نماز ظہر کا وقت

شدّت کا معرکہ ظہر تک جاری تھا کہ ابو تمامہ ہائدیؓ حضرت امام حسینؓ کے پاس آئے کہ ہماری جانیں آپ پر فدا۔ وقت ہو چکا ہے وداع کی نماز آپ کے ساتھ ادا کر سکیں تو اچھا ہوگا۔ فرمایا ان سے بات کرو۔ مقابل پر حصین بن نمیر تھا سن کر کہنے لگا کہ تمہاری نمازیں مقبول نہیں ہیں۔ یہ سنتے ہی ایک جانثار نے تلوار چلا دی۔ گھوڑا زخمی ہوا تو حصین نیچے اترا اور اس کے ساتھی ہجوم کر کے اسے لے گئے۔

16۔عبداللہ حنفی حضرت امام کے سامنے تھے تحفظ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ یہ آنے والا ہر وار اپنے پر لے رہے تھے۔ اسی دوران نماز خوف ادا کر دی گئی۔ 17۔عبدالرحمٰن بن عبداللہ یزنی۔ 18۔عمرو بن قرظہ انصاری۔ 19۔جون آزاد کردہ غلام۔20۔عمرو بن خالد صیداوی۔ 21۔حنظلہ بن اسعد شامی (لڑتے ہوئے سب کو کہتے کہ امام کو شہید نہ کرو تم پر عذاب الیم ہوگا۔ امام حسینؓ نے فرمایا یہ اشقیاء ہیں ان پر کوئی اثر نہیں)۔22۔سوید بن عمر زخمی ہو کر لاشوں میں پڑے تھے کہ سنا امام حسین شہید ہو گئے تو موزے میں رکھی چھری نکال کر ایک شقی پر حملہ کرنا چاہا تو اس نے شہید کر دیا۔23۔یحییٰ بن سلیم مازنی۔24۔قرہ بن ابی قرّہ۔25۔عمرو بن مطاق۔26۔حجاج بن مسروق۔27۔جنادہ بن حارث۔28۔عمرو بن جنادہ۔29۔عبدالرحمٰن بن عروہ۔30۔شوذب ایک وفا شعار غلام۔31۔عابس بن شبیب شاکری (بڑی بے جگری سے لڑتے ہوئے مسلسل تہ تیغ کرتے جا رہے تھے۔ آخر ابنِ سعد نے بڑے حملہ سے شہید کرا دیا۔32۔عبداللہ غفاری۔ 33۔عبدالرحمٰن غفاری۔34۔غلام ترکی۔ 35۔زیاد بن شعشا۔ 36۔ ابو عمر نہشلی۔37۔سیف بن ابی الحارث۔ 38۔مالک بن عبداللہ۔

اہل بیتِ حسینؓ اور خویشان واقارب

سب نے ایک دوسرے سے بات کی اور گویا الوداعی سلام دعا ہوا پھر ایک ایک کر کے آگے بڑھے اور داد شجاعت دیتے ہوئے اللہ کو پیارے ہوتے گئے۔ 39۔ عبداللہ بن مسلم بن عقیل۔ ایک روایت ہے کہ 98 ہلاک کر کے شہید ہوئے۔40۔ جعفر بن عقیل۔ 15 ہلاک کر کے شہید۔41۔ عبدالرحمٰن بن عقیل۔ 17 قتل کئے اور شہید ہوئے۔42۔ عبداللہ بن عقیل نے ایک بڑے گروہ کو واصلِ جہنم کیا۔ 43۔ محمد بن ابوسعید بن عقیل۔ 44۔ علی بن عقیل۔45۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار۔ 46۔عون بن عبداللہ بن جعفر۔47۔عبداللہ بن عبداللہ۔ 48۔قاسم پسرِ حسینؓ۔ صغرسنی کے باوجود کمال مہارت سے 35 سنگ دل مار کے شہید ہوئے۔49۔ عبداللہ پسرِ امام حسنؓ۔ 50۔ابوبکر ابن امام حسنؓ۔ 51۔عبداللہ المعروف ابوبکر بن حضرت علیؓ۔ 52۔ عمر بن حضرت علیؓ۔ 53۔ عثمان بن حضرت علیؓ۔54۔ محمد بن حضرت علیؓ۔55۔ابراھیم بن حضرت علیؓ۔ 56۔ عباس بن حضرت علیؓ آئے اور 80 شقی واصل جہنم کئے۔ 57۔ علی اکبر پسرِ امام حسینؓ آئے۔ آپ 18 سال عمر کے تھے جس طرف رخ کرتے کشتوں کے پشتے لگا دیتے۔120 ہلاک کئے اور آخر پیاس سے نڈھال ہو گئے۔ حضرت امام سے آملے تسلی پا کر دوبارہ میدان کارزار میں اترے اور 60 مزید ہلاک کر دیئے اور شہید ہو گئے۔58۔ طفل خورد سال کو ہانی بن بعث نے شہید کر دیا ان کی ماں مادرِ علی اکبر لیلیٰ دخترِ ابی قرہ ثقفی سکتہ میں آگئیں۔ 59۔علی اصغر امام حسینؓ کے ہاتھ میں تھے کہ حرملہ بن کاہلی نے تیر مارا جو گلے میں لگا۔60۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ۔ معروف رفقاء کی لاشیں سنبھال سنبھال کر سارے دن کی مشقت سے چور آخر خواتین مبارکہ اور بیمار و علیل بیٹے زین العابدین کو مل کر حضرت امام حسینؓ میدان میں اترے۔ پہلے میمنہ کی طرف پھر میسرہ کی طرف حملہ آور ہوئے اور گروہِ کثیر کو واصل جہنم کیا۔ کچھ معاندین خیموں کی طرف بڑھنے لگے تو شمر ذی الجوشن نے ان کو خیمہ ہائے خواتین کی طرف جانے سے روک کر کہا کہ حسینؓ کا جلد کام تمام کرو! امام حسین حملہ کرتے کرتے فرات کی طرف گئے۔ لکھا ہے :

"حضرت پر پیاس کا بہت غلبہ ہوا۔ امام تشنہ لب جانبِ نہرِ فرات روانہ ہوئے جب قریبِ فرات پہنچے سواروں پیادوں نے راستہ روک لیا اور یہ اشقیاء چار ہزار سے زیادہ تھے۔ امام مظلوم نے باوجود شدت تشنگی بہت کفار کو جانب نار روانہ کیا اور صفوف لشکر کو شگافتہ کر کے گھوڑا پانی میں ڈال دیا۔ اور اپنے اسپِ باوفا سے فرمایا پہلے تو پانی پی لے اس کے بعد میں پیونگا۔ گھوڑا اپنی تھوتھنی پانی سے اٹھائے رہا اور منتظر تھا کہ پہلے امام تشنہ لب پانی پی لیں۔ جب امام حسین نے چلو میں پانی اٹھایا اور چاہا نوش کریں ایک ملعون نابکار نے آواز دی کہ آپ یہاں پانی پیتے ہیں اور ادھر لشکر مخالف خیمہ ہائے حرم میں پہنچ گیا۔ یہ سنتے ہی حضرتؓ نے وہ پانی ہاتھ سے پھینک دیا اور بجانب خیمہ روانہ ہوئے۔"

جلاء العیون کے مطابق اس میدان کارزار میں "امام حسینؓ نے ایک ہزار نوسو پچاس کافرانِ شقاوت اساس کو ہلاک کیا۔" امام حسین پکارے کہ "قسم بخدا میں دوست خدا کے پاس جاتا ہوں۔ خدا دونوں جہان میں تم سے میرا انتقام لے گا۔ حصین بن مالک نے کہا کس طرح؟ فرمایا خداوند عالم ایسا حکم کرے گا کہ تم اپنی تلواریں ایک دوسرے پر کھینچو گے اور اپنا خون بہاؤ گے۔ دنیا سے منقطع نہ ہوگے اور تمہاری امید ہائے دلی بھی حاصل نہ ہوں گی۔ جب سرائے آخرت میں جاؤ گے وہاں عذاب ابدی تمہارے لئے مہیا ہے۔"

روایات مختلف ہیں ایک روایت کے مطابق حضرت امام حسینؓ کا جسدِ مبارک مجموعی طور پر ایک ہزار نوسو زخموں سے چور تھا۔

آخری لمحات

اس کوہِ وقار تاریخ عالم کے نادر وجود عبقری انسان کا وجود سوچیئے کہ گزرے دن کے تمام رنج اٹھائے بہتا خون دیکھ دیکھ کر اور ایک کے بعد دوسرے عزیز کی لاش گنتے گنتے وہ کس حال میں ہوں گے کہ اچانک ایک بد بخت ابوالحتوق نے تیر مارا جو آپ کی پیشانی پر لگا۔ کھینچا تو خون چہرۂ مبارک کو تر کر گیا۔ ساتھ ایک سہ پہلو زہر آلود تیر سینۂ مبارک پر آن لگا۔ اسے کھینچا تو خون کا دھارا جسد مبارک کو تر کر گیا۔ پیادہ تھے۔ مالک بن یسر نے سر مبارک میں ایک ضرب لگائی تو عمامہ خون سے بھر گیا۔ الجر بن کعب نے تلوار کا وار کیا۔ شمر لعین کے اکسانے پر حصین بن نمیر نے تیر دھنِ مبارک پر مارا۔ ابو ایوب غنویٰ نے دوسرا تیر چلایا۔ ضرعہ بن شریک نے بائیں بازو پر وار کیا پھر کندھے پر۔ سنان بن انس نخعی نے نیزہ مار کے منہ کے بل گرا دیا۔ خولیٰ بن یزید اصبحی نے کہا کہ سر کاٹ لو پھر ہاتھ کانپ گیا۔ سنان آیا اور تیزی سے سر جسد مبارک سے الگ کر دیا!! اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(نوٹ : اصل تعداد شہداء کی زیادہ ہے۔ یہ صرف وہ اصحاب ہیں جن کا ذکر کتاب جلاء العیون میں کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں درج کوائف مشہور شیعہ عالم مُلّا باقر مجلسی کی تصنیف جلاء العیون مترجمہ عبدالحسین مطبوعہ لکھنؤ۔1919ء سے لئے گئے ہیں)۔

صادق ہے اگر تو صدق دکھا قربانی کر ہر خواہش کی
ہیں جنس وفا کے ماپنے کے دنیا میں یہی پیمانے دو
وہ تم کو حسین بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں
یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو

(کلام محمود)

صلحاء واتقیاء سے محبت میں غلو نہ کیا جائے

"ایک شخص کے اس سوال پر کہ اولیاء اللہ سے محبت رکھی جاوے کہ نہ؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"ہم اس کے مخالف نہیں ہیں کہ صلحاء اور اتقیاء اور ابرار سے محبت رکھی جاوے مگر حد سے گزر جانا حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کو مقدم رکھنا یہ مناسب نہیں ہے۔ جیسے کہ گزشتہ ایام میں بعض شیعہ کی طرف سے ایک کتاب شائع ہوئی اس میں لکھا تھا کہ صرف امام حسینؑ کی شفاعت سے تمام انبیاء نے نجات پائی۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسر شان ہے۔ اس سے تو ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے غلطی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا اور حسین پر نہ کیا"۔

الحکم میں ہے فرمایا کہ: "ہمارا ایمان ہے کہ بزرگوں اور اہل اللہ کی تعظیم کرنی چاہئے۔ لیکن حفظ مراتب بڑی ضروری شے ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ حد سے گزر کر خود ہی گنہگار ہو جائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے نبیوں کی ہتک ہو جائے۔ وہ شخص جو کہتا ہے کہ کُل انبیاء علیہم السلام حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی امام حسین کی شفاعت سے نجات پائیں گے اس نے کیسا غلو کیا ہے جس سے سب نبیوں کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے مگر میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ان لوگوں سے ایسا دلی جوش صادر نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ معلوم نہیں کیا ہے۔ شاید یہی باعث ہو کہ انہوں نے حضرت معاویہ کی بیعت کر لی تھی"۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 268۔ جدید ایڈیشن)